U12277. 14-12-09.

Title - HAZRAT ABU BAKAR SADDIQUE.

Creator - Aagha Rafeeq.

Publisher - Naw Bahaar Book Dipo (Delhi).

Date - N.A.

Pages - 158.

Subjects - Tazkira Sahaba; Tazkira Khulfa - Islami; Abu Bakar Saddique - Sawaneh.

حضرت ابوبکر صدیق
علامہ آغا رفیق بلند شہری
فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ دہلی
ISLAM.

خلیفۂ اوّل کی زندگی اور خلافت کے مکمل و صحیح حالات

حضرت

ابوبکر صدیق رضؓ

مرتبہ

مورخِ اسلام

جناب مولینا آغا رفیق صاحب بلند شہری

مؤلف

جناب رسالت۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جسکو

نوبہار بکڈپو دریا گنج دہلی نے شائع کیا

خلیفہ دوئم کی زندگی اور خلافت کے مکمل و صحیح تاریخی حالات

حضرت عمر فاروق رضؓ

مرتبہ

مؤرخِ اسلام مولانا آغا رفیق صاحب بلند شہری

مؤلف

آفتاب رسالت، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ

ملنے کا پتہ

نوبہار بک ڈپو

کوچہ دکھنی رائے۔ دریا گنج

دھلی

مُقدّمہ

خلافت راشدہ کی تاریخ لکھنے سے پہلے خلافت کے موضوع پر بحث کرنے اور یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ :۔

(۱) خلافت کس کو کہتے ہیں۔

(۲) خلیفہ بنانا ضروری کیوں ہے۔

(۳) ایک ہی خلیفہ کیوں ہونا چاہیے۔

(۴) خلافت کا مستحق کون ہے۔

(۵) خلافت کے لئے قریش کی تخصیص کیوں ہے

(۶) خلافت کی شرائط کیا ہیں۔

(۷) خلیفہ کا انتخاب کیوں کر ہونا چاہیے!

(۸) خلیفہ کی اطاعت کیوں ضروری ہے۔

(۹) خلیفہ کی مخالفت کب جائز ہے۔

(۱۰) خلیفہ کے کیا فرائض ہیں۔

اس مقدمہ میں ہم انہیں امور پر بحث کرتے ہیں۔

(۱) خلافت کے معنی

خلیفہ کے لغوی معنی ہیں: کسی کام میں کسی شخص کا جانشین و قائم مقام

ہوتا" اس اعتبار سے مذہبی خلافت کے معنے ہیں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ
کا جانشین ہونا۔ اور پھر ہر ایک خلیفہ کا اپنے پیش رو کا قایم مقام بننا۔ اب رہا
یہ امر کہ یہ جانشینی اور قائم مقامی کس امر میں تھی۔ اس کے متعلق علمائے کرام
کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خداوندتعالیٰ نے حضورؐ کو اپنا مضبوط دین مخلوق کی
ہدایت کے لئے صراطِ مستقیم دیکر بھیجا تھا مخلوق میں سے جس شخص نے دینِ الہیٰ
کو قبول کر لیا۔ اور حضورؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر قائم ہو گیا۔ اس نے نجات
حاصل کر لی۔ اور جس نے دینِ الہیٰ سے اعتراض کیا اور صراطِ مستقیم پر نہ چلا وہ
ہلاک و برباد ہو گیا۔ یہ دین جس کی تبلیغ و اشاعت پر حضورؐ مامور ہو کر آئے
تھے۔ ایسے قواعد و ضوابط کا جامع ہے جن سے انسان کی دنیوی و اُخروی دونوں
زندگیاں درست ہو جاتی ہیں یعنی دنیوی زندگی کے تمام مراحل ان مذہبی اصول
کے ماتحت انسان آسانی سے طے کر سکتا ہے۔ اور آخرت کو بھی سنوار سکتا ہے
حضورؐ نے دینِ الہیٰ کی تبلیغ شروع کی مصائب و مصاعب برداشت کیے۔
منکروں اور دشمن دین کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں لیکن تبلیغ
سے ایک لمحہ کے لئے باز نہ رہے۔ آخر دینِ الہیٰ کے آفتاب نے تاریک دلوں کو روشن
کر دیا۔ اور مخلوقِ الہیٰ کی بہت بڑی تعداد صراطِ مستقیم پر چلنے لگی۔ جو نکہ دینِ الہیٰ
کی تکمیل ہو چکی تھی۔ اور جس مقصدِ عظیم پر مامور ہو کر حضورؐ دنیا میں تشریف لائے
تھے وہ بہمہ وجوہ پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے اب دنیا میں حضورؐ کی ضرورت
باقی نہ رہی تھی۔ اس لئے خداوندتعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کو اپنے پاس بلا لیا۔
اور حضورؐ اپنے پروردگار کے پاس تشریف لے گئے۔

حضورؐ کی تشریف بری کے بعد یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی ایسے شخص کو
حضورؐ کا جانشین مقرر کیا جائے جس میں بدرجۂ اتم یہ صلاحیت پائی جاتی ہو۔
کہ وہ اس دینِ الٰہی کو جس کو حضورؐ نے خدا کے حکم سے دنیا میں پھیلایا تھا۔
اس کی اصل صورت پر قائم رکھ سکے۔ اُن لوگوں تک اس دین کو پہنچائے
جو اب تک اس سے آشنا نہیں ہوئے ہیں۔ لوگوں کو حدودِ الٰہیہ سے آگے
نہ بڑھنے دے۔ دینی امور اور انتظامی معاملات کو درست حالت میں رکھے اور قوی
ضعیف شریف و وضیع کے درمیان عدل و مساوات کو قائم رکھ سکے۔ یعنی
کمزور کو قوی سے بچائے۔ اور کمزور کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اور کمزور کو
انسانی اور ہر مذہبی حیثیت سے قوی کے برابر سمجھے۔ اسی جانشینی اور قائم مقامی
کا نام خلافت ہے۔ اور جو شخص ان فرائض کو ادا کرتا ہے۔ اُسی کو خلیفہ
کہتے ہیں۔ مذکورۂ بالا الفاظ کی تشریح یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ خدا نے حضورؐ کو دو
باتوں پر مامور کر کے بھیجا تھا۔ ایک تو دینِ الٰہی کی تکمیل اور تبلیغ و اشاعت۔ دوسرے
دینِ الٰہی کے متبعین کی تنظیم پھر اشاعتِ دین میں جنگ و صلح کے جو امور پیش آئیں
اُن کا انتظام۔ حضورؐ نے ان دونوں باتوں کو بہمہ وجوہ تکمیل پر پہنچا دیا۔ اور دنیا
سے تشریف لے گئے۔ چونکہ دین کی تکمیل ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ فرض تو آپ کی وفات
کے ساتھ ختم ہو گیا۔ صرف دوسرا فرض باقی رہ گیا۔ اور اسی فرض کی ادائیگی کا
نام خلافت و جانشینی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبوت کا فرض تو حضورؐ کی وفات
پر ختم ہو گیا۔ اور نظامِ ملت کی بقا و تکمیل۔ مہمات ملکی اور تمدنی و معاشرتی انتظام
باقی رہ گیا۔ انہیں امور کو انجام دینے۔ برقرار رکھنے اور ملت کے شیرازہ کو یکجا رکھنے

سے بچانے کا نام خلافت ہے۔ اور جو شخص ان فرائض کو ادا کرتا ہے۔ اُس کو خلیفہ کہتے ہیں۔

(۲)

خلیفہ بنانا کیوں ضروری ہے

خلیفہ بنائے جانے کے مسئلہ پر اسلام کے فرقوں میں بڑا زبردست اختلاف ہے۔ جس کی مختصر تشریح یہ ہے:۔

۱۔ امامیہ اور اسماعیلیہ فرقہ تو یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ بنایا جانا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرض ہے۔ کہ وہ خود خلیفہ مقرر فرمائے۔ اب رہا یہ امر کہ خدا کی جانب سے خلیفہ کیونکر مقرر ہوا۔ یا ہوتا ہے۔ اس پر بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اتنا بتا دینا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امامیہ کے عقیدہ میں امام کی ضرورت اُمورِ شرع کی حفاظت کے لئے ہے۔ دُنیاوی سیاست کے لئے نہیں۔ اور اسماعیلیہ کے خیال میں امام صرف اس لئے ہوتا ہے کہ وہ خدا کی ذات و صفات سے لوگوں کو رُوشناس کرائے۔

۲۔ زیدیہ اور اکثر معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ امام کا تقرر اُمت کا فرض ہے لیکن امام کے تقرر میں روایت پر مقرر کیا جائے۔ یا بغیر عقل سے۔ اور بعض معتزلہ کا خیال یہ ہے کہ روایت اور عقل دونوں سے امام کے تقرر میں کام لیا جائے۔

۳۔ خوارج کہتے ہیں کہ امام و خلیفہ کے تقرر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ایک ملی سیاست کا مسئلہ ہے۔ اس لئے اس کو مشورہ اور اجماع سے طے کرنا چاہئے۔
حضورؐ کی وفات کے بعد یہ مسئلہ سب سے پہلے سامنے آیا۔ اور اُمتِ اسلامیہ نے اس
پر اتفاق کر لیا کہ حضورؐ کا جانشین مقرر کیا جائے۔ اس لئے کہ دینِ قدیم کو اس کی اصلی
صورت پر قائم رکھنے۔ حدودِ الٰہی سے آگے نہ بڑھنے دینے۔ اسلام کو دُنیا کے
گوشہ گوشہ میں پہنچانے۔ صلح و جنگ کے معاملات کا انتظام کرنے اور سیاستِ ایزدی
کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ایسے طاقتور شخص کی ضرورت ہے جو اپنی قوتِ تدبیر
اور سیاست کے ذریعہ نظامِ ملت کے شیرازہ کو بکھرنے نہ دے۔ چنانچہ
مہاجرین و انصار نے جمع ہو کر اس مسئلہ کو باہمی مشورہ سے طے کیا۔ اور حضورؐ کے
جانشین کو مقرر کر دیا۔ اور پھر آئندہ نسلوں نے اس اجماع سے کام لیا۔ اور خلفاء
کا تقرر ہوتا رہا۔

(۳)

خلیفہ ایک ہی ہونا چاہیئے

جس طرح اُمتِ اسلامیہ نے اس امر پر اجماع کیا تھا کہ خلیفہ کا تقرر ضروری
ہے۔ اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق کیا تھا کہ تمام اسلامی مقبوضات کا
صرف ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ ایک ہی زمانہ میں اسلامی مقبوضات
کے اندر دو یا دو سے زیادہ خلیفہ کا ہونا باہمی مخالفت اور تباغض کا موجب
ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس مخالفت۔ تباغض اور عداوت کا نتیجہ قوم اور ملک کی
تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ادوار کے واقعات نے اس کی

تصدیق کردی یعنی جب ممالک اسلامیہ میں مختلف سلطنتیں بن گئیں اور حکمرانوں کی حرص و آز بڑھی تو ایک فتنہ پھیل گیا۔ اور ملت کا شیرازہ بکھر گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنان اسلام نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور ممالک اسلامیہ پر قبضہ کر لیا۔ اگر اسلامی مقبوضات کے حکمراں اس اجماع پر عمل کرتے۔ ایک ہی خلیفہ کے ماتحت زندگی بسر کرتے اور خلیفہ کی اطاعت سے منحرف نہ ہوتے تو انکو وہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا جو دیکھنا پڑا اور آج امت ان تمام ممالک پر قابض نظر آتی۔ جہاں سے دشمنان اسلام نے اس کو ذلت و خواری کے ساتھ باہر نکال دیا ہے۔

(۴) خلافت کا مستحق کون ہے

خلافت جیسے منصب عظیم میں اختلاف آرا ہونا۔ قدرتی بات ہے چنانچہ حضورؐ کی وفات کے بعد ہی سے یہ اختلاف رونما ہوا۔ اور استحقاق خلافت کا مسئلہ چھڑ گیا اور آج بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور مسلمانوں کے فرقے مختلف خیالات رکھتے ہیں۔

حضورؐ کی وفات کے بعد استحقاق خلافت کے مسئلہ میں تین جماعتیں وجود پذیر ہیں۔

(۱) عام رائے یہ تھی۔ کہ جو شخص دین دنیا کی سیاست کی حفاظت کی قدرت رکھتا ہو اسکو خلیفہ بنا لیا جائے۔ خواہ وہ قریشی ہو یا غیر قریشی۔ مدینہ کے انصار عام طور پر اس رائے کے مؤید تھے۔ اور مہاجرین کی تھوڑی سی تعداد بھی اس کے حق میں تھی۔ چنانچہ انصار نے اسی رائے کی بنا پر خلافت کو اپنا حق قرار دیا۔ اور انصار کے سب سے

بڑے قبیلہ خزرج نے اپنی قوم کے سردار سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہا۔
ان کا استدلال یہ حدیث تھی۔

اسمعوا واطیعوا ان ولی علیکم عبد حبشی ذو زبیبۃ

اگر چھوٹے سے سر کے حبشی غلام کو بھی تمہارا حاکم مقرر کر دیا جائے تو تم اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

(۲) دوسری رائے یہ تھی کہ خلیفہ کو اجماعِ اُمت سے انتخاب کیا جائے۔ لیکن خلیفہ کا قریش کے خاندان میں سے ہونا ضروری ہے۔ یہ رائے اکثر مہاجرین کی تھی اور بعد میں اسی رائے کو جمہورِ اسلام نے اختیار کر لیا تھا۔ اور اسی پر عمل درآمد ہوا تھا اس رائے کی تائید میں حضورؐ کا یہ قول پیش کیا گیا تھا۔

الائمۃ من قریش ہ امامت قریش کا حق ہے۔ قریش میں سے امام بنانا چاہیئے۔

(۳) کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی رائے یہ تھی کہ قریش اگرچہ امامت کے مستحق ہیں لیکن حقیقتاً قریش میں سے صرف بنو ہاشم کا خاندان خلافت کا مستحق ہے۔ اور بنو ہاشم میں سے حضرت علیؓ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے کہ وہ حضورؐ کے قرابت دار اور داماد ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے استدلال میں حضورؐ کا وہ ارشاد پیش کیا تھا جو حضورؐ نے حضرت علیؓ کے متعلق غزوہ تبوک کو تشریف لیجاتے وقت فرمایا تھا یعنی یہ کہ

اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی ہ

علیؓ! کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میری نظر میں وہ ہو جو ہارون کا موسیٰ کی نظر میں تھا۔ اگرچہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

یہ رائے بنو ہاشم کے اکثر افراد کی تھی۔ اور ان لوگوں کی جو بنو ہاشم سے عقیدہ رکھتے تھے پھر بعد میں اسی رائے کو شیعہ جماعت نے اختیار کر لیا تھا لیکن حقیقت کیا ہے صرف یہ کہ یہ رائے حضرت علیؓ کی تھی چنانچہ صحیح مسلم میں ایک حدیث کے اندر حضرت علی رضؓ سے یہ قول بایں الفاظ منقول ہے۔ کہ انھوں نے حضرت ابو بکر رضؓ سے بیعت کرتے وقت یہ فرمایا کہ۔

وکنا نحن نرٰی لنا حقاً لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٥	حضورؐ سے قرابت رکھنے کے سبب ہم خلافت کو اپنا حق خیال کرتے تھے۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضؓ اپنے خیال میں خلافت کا استحقاق صرف اس بنا پر رکھتے تھے کہ حضورؐ سے ان کو قرابت کا شرف حاصل تھا۔ اگر ان کے یا کسی دوسرے شخص کے حق میں حضورؐ کی کوئی وصیت ہوتی تو وہ اس کا ذکر اس موقعہ پر کرتے۔ اور مدینہ میں جس قدر صحابہ اس وقت موجود تھے۔ ان میں سے کسی نہ کسی کو تو اس وصیت کا علم ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بنو ہاشم یا حضرت علی رضؓ کے حق میں کوئی وصیت نہیں کی گئی تھی۔ اور حضرت علی رضؓ صرف اس بنا پر اپنے آپ کو خلافت کا مستحق قرار دیتے تھے۔ کہ حضورؐ سے قرابت رکھتے تھے۔ بہر نوع مذکورہ بالا رائیوں میں مدینہ کی اکثریت نے درمیانی رائے کو اختیار کر لیا یعنی خلافت کو قریش کا حق قرار دیکر حضرت ابو بکر رضؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا لیکن بعد میں اس اختلاف آرا نے ناپسندیدہ نتائج پیدا کئے۔ اور اسلامی جماعت میں اس سے افتراق و انشقاق عظیم رونما ہو گیا۔ یہاں تک کہ اختلاف آراء

کہ اس سیلاب نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہونچایا۔ اور ان کی طاقت کو
پاش پاش کر دیا۔ کاش مسلمان حضورؐ کے ارشاد الائمۃ من القریش کی
ہدایت پر غور کرتے۔ اور قریش کی تخصیص کی حکمت کو سوچتے۔ تاکہ اختلاف
رونما نہ ہوتا۔

(۵)
خلافت کیلئے تخصیص قریش کی مصلحت

حضورؐ نے خلافت کو قریش کا حق اسلیئے قرار دیا تھا کہ آپ کی نظر میں امامت
خلافت کے فرض کو صرف وہی قبیلہ ادا کر سکتا تھا جو طاقتور ہو۔ جس سے تمام قبائل
کی حفاظت ہو سکے۔ اور جسکے اقتدار کے سامنے تمام لوگ سرنگوں رہ سکیں۔
چنانچہ اسوقت قریش سے بہتر اور کوئی قبیلہ موجود نہ تھا عرب کے تمام قبائل
کے نزدیک چونکہ قبیلہ قریش سب سے زیادہ ممتاز اور با اقتدار تھا۔ اسلیئے
حضورؐ نے عرب کے ممتاز ترین اور با اقتدار قبیلہ قریش کے حق میں یہ
فرما دیا کہ امامت و خلافت کا مستحق وہی ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ قرن اوّل میں عرب کے اندر جو شرف و اقتدار قریش کو حاصل تھا
کسی اور قبیلہ کو نصیب نہ تھا۔ عرب کے تمام قبائل قریش کی عظمت کے قائل
تھے اور قریش کے اقتدار کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی ایسی حالت میں اگر
حضورؐ کسی اور قبیلہ یا قریش کی کسی شاخ کو امامت و خلافت کا مستحق قرار
[illegible]

ہرگز ہرگز اس قبیلہ کی اطاعت نہ کرتے۔ اور خلیفہ کے اقتدار کو خاک میں ملا کر رکھدیتے۔ حضورؐ کا انتخاب بالکل درست تھا۔ قریش میں امامت کی اہلیت بھی تھی قریش اتنا اقتدار رکھتے تھے کہ لوگوں کو راہ راست پر چلا سکیں۔ اور قریش میں اتنی طاقت بھی تھی کہ اطاعت سے منحرف ہونے والوں کا سر کچلکر رکھدیں۔ چنانچہ قریش نے خلافت کے فرض کو خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ اور حضورؐ کے ارشاد کے مؤافق مدتوں تک عرب کے تمام قبائل کو اپنے ماتحت رکھکر ملک کے اندر امن وامان قائم رکھا۔

مذکورہ بالا تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ خلافت کی مستحق صرف وہی قوم ہوسکتی ہے جو ملک کے نظم ونسق کو قائم رکھ سکے۔ اور جس کی اطاعت سے انحراف کو لوگ اپنی بدبختی اور شامت اعمال خیال کریں۔ اسلیے جب کبھی یہ صلاحیت یا اہلیت کسی دوسری قوم کو حاصل ہوجائے۔ اور قریش میں سے یہ صفات جاتی رہیں۔ تو وہ قوم خلافت کی حقدار قرار پاجائے گی۔ اور خلافت اس کو دیدی جائے گی۔ چنانچہ عباسی خلافت کا اقتدار ختم ہوجانے کے بعد یہ خلافت ترکوں کے حوالے کردی گئی۔ اور ترکوں نے مدت دراز تک خلافت کے فرائض کو ادا کیا۔

(۶)

خلافت کے فرائض

خلافت کے شرائط میں کچھ فرق اسلام کا اختلاف ہے جمہور اسلام کے

نزدیک خلافت کے لئے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں:-

(۱) علم۔ اس موقع پر علم سے دین الٰہی کے احکام کا علم مراد ہے یعنی خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام احکام شرع کا علم رکھتا ہو کیونکہ دینی احکام سے ناواقف خلیفہ احکام کو نافذ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

(۲) عدالت۔ خلافت چونکہ دینی منصب ہے۔ اس لئے تمام احکام دین پر نظر رکھنا اور انصاف کے ساتھ احکام کا نافذ کرنا اسکے لئے ضروری ہے۔ اگر وہ عدالت سے کام نہ لیگا۔ احکام شرع کے نفاذ میں انصاف کو مدنظر رکھنے سے گریز کرے گا۔ تو وہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔

(۳) قوت۔ اس موقع پر قوت سے مراد وہ طاقت ہے جو خلیفہ کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی وہ خود بھی اتنا بڑا [illegible] حدود شرع کو قائم رکھ سکے۔ اور جنگوں کی سربراہی میں اپنی ذہنی و عقلی قوتوں سے کام لے سکے۔ اور اس کے ماتحت بھی کافی قوت رکھتے ہوں۔ کہ وہ اور انکے ماتحت [illegible] کا مقابلہ کر سکیں۔ دشمنان کی سرکوبی پر ہر وقت آمادہ رہیں۔ اور تدبیر و مصالحت سے کام لیکر احکام کو نافذ کر سکیں۔ حدود کو جاری کر سکیں۔ اور جنگوں کی سربراہی کر سکیں۔ مطلب یہ کہ حکومت اور مذہب کے تمام امور کو اپنی طاقت اور ذہنی و عقلی تدابیر مصالح سے انجام دے سکیں۔

(۴) اعضاء اور حواس درست ہوں۔ اگر اعضاء درست نہ ہونگے۔ تو وہ اپنے متعلقہ کاموں کو خوبی کے ساتھ انجام نہ دے سکیگا۔ اور حواس درست نہ ہونگے۔ تو رائے اور تدبیر کمزور ہوگی۔ یہاں تک کہ خطرناک مواقع پر وہ اپنے

آپکو بھی خطرات سے نہ بچا سکیگا مختصر یہ کہ ان چار باتوں کا خلیفہ میں پایا جانا
ضروری ہے شیعہ حضرات خلافت کی پہلی شرط کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ
اس کے بھی قائل ہیں کہ خلیفہ سے کوئی معجزہ یا کرامت بھی صادر ہو۔

(۷)

خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ

خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ نہ تو صاف اور صریح شکل میں قرآن مجید کے
اندر بتایا گیا ہے۔ اور نہ احادیث رسول ؐ سے ثابت ہے۔ البتہ قرآن مجید میں
ایک عام حکم ہے۔ جو خلیفہ کے انتخاب کی شکل کو بھی بتاتا ہے۔ اور دوسرے
تمام امور اہم کو انجام دینے کی صورت کو بھی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
وامرھم شوریٰ بینھم مسلمان اپنے امور کو باہمی مشورہ سے طے کرسکتے ہیں
اس ارشاد خداوندی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام امور کی
انجام دہی مشورہ پر موقوف ہے۔۔ اور اسی بنا پر خلافت جیسے اہم امر کیلئے مشورہ ضروری
ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ کو مشورہ ہی سے انتخاب کیا گیا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ
حکم الٰہی عمومیت کے درجہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور انتخاب خلیفہ کی کارروائیوں پہ
نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ شورے سے ہر موقع پر کام نہیں لیا گیا۔ اس
بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شارع نے خلیفہ کی مہم کو اسی طرح مسلمانوں کی
رائے پر چھوڑ دیا جس طرح اسلام کے دوسرے بہت سے احکام اور جزئیات
مسائل کو تعین یہ کہ جیسا موقع ہو۔ اور جس قسم کی صورت مفید ہو۔ اسی کو اختیار

کرلیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ نے شوریٰ پر انتخاب خلیفہ کو موقوف نہیں رکھا۔ اپنی رائے سے حضرت عمر رضؓ کو خلیفہ مقرر کردیا۔ اور جزوی اختلاف کے باوجود اپنی اس رائے پر قایم رہے۔ پھر حضرت عمر رضؓ نے خلافت کے حق کو صرف چھ ۶ آدمیوں کے اندر مخصوص کردیا۔

بہرنوع قرن اول یں خلیفہ کے انتخاب کے مختلف طریق رہے جن کی مختصر تشریح یہ ہے۔

(۱) حضورؐ کی وفات کے بعد ہی خلیفہ کے انتخاب کی کارروائی شروع ہوگئی تھی بنوہاشم حضرت علی رضؓ کو گھیرے ہوئے تھے۔ اور خلافت کو ان کا حق قرار دیکر حصول خلافت کے طریقوں پر غور وخوض کیا جارہا تھا انصار سقیفۂ[۱] بنوساعدہ میں جمع تھے۔ اور خلافت کو اپنا حق سمجھکر سعد بن عبادہ رضؓ کی بیعت پر آمادہ تھے۔ اعیان ومہاجرین کو ان مشورات کی خبر ملی تو انہوں نے بنوہاشم کے مشورات کی تو پروا نہ کی۔ انصار کی جانب دوڑے اور ان سے تبادلہ خیال کیا مختصر یہ کہ حضرت ابوبکر رضؓ عمر رضؓ عبیدہ بن الجراح وغیرہ کی مناسب تقریروں سے انصار نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ امام قریش میں سے ہونا چاہئے اس کے بعد اس موقع پر انصار ومہاجرین میں سے جس قدر لوگ موجود تھے۔ انہوں نے باہمی مشورہ سے حضرت ابوبکر رضؓ کو خلیفہ منتخب کرکے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی لیکن بنوہاشم کے چند افراد اور سعد بن عبادہ رضؓ نے بیعت نہیں کی۔

---

[۱] ۔ یہ ایک چبوترہ تھا جو حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کے مکان کے قریب بنا ہوا تھا۔ اور اس پر سائبان پڑا ہوا تھا انصار یہیں جمع ہوکر اپنے معاملات پر مشورہ کیا کرتے تھے۔ ۱۲ مؤلف

۲۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے اپنی وفات کے وقت چند خاص صحابہ کو بلوایا۔ اور ان سے مشورہ کر کے حضرت عمر رضؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ اور ان کی ولیعہدی کا فرمان لکھا دیا۔

۳۔ حضرت عمر رضؓ نے نہ تو کسی خاص شخص کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس لئے کہ ان کے خیال میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کو خلیفہ بنا کر وہ مطمئن ہو جاتے۔ اور نہ مسلمانوں کو مطلق العنان چھوڑا۔ کہ وہ خود شوریٰ سے ان کے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کر لیں بلکہ قوم کو اختلاف سے بچانے کے لئے خلافت کو چھ آدمیوں میں منحصر کر دیا۔ اور یہ حکم دیدیا کہ میری وفات کے بعد یہ اشخاص جمع ہو کر تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ چنانچہ ان حضرات نے باہمی مشورے سے حضرت عثمان رضؓ کو خلیفہ مقرر کر لیا۔

۴۔ حضرت عثمان رضؓ نے اپنی وفات کے وقت خلیفہ کو منتخب کرنے کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ بلکہ آپ کی وفات کے بعد مدینہ کے چند مخصوص اشخاص نے حضرت علی رضؓ کو خلافت کا مستحق قرار دیا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ بیعت چونکہ عام نہ تھی۔ اور اس میں اعیان قریش وغیرہ نے شرکت نہ کی تھی اس لئے امیر معاویہ رضؓ نے اس بیعت کو تسلیم نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علی رضؓ کے درمیان خونریز معرکے ہوئے۔ جن میں حضرت علی رضؓ کو ناکامی ہوئی۔ اور اسکے کچھ عرصہ بعد حضرت علی رضؓ کو ان کی جماعت کے ایک مخالف گروہ نے شہید کر ڈالا۔

۵۔ اسی قسم کا انتخاب جناب حسن رضؓ کے معاملہ میں کام لیا گیا۔ یعنے

اہلِ کوفہ نے حضرت امام حسن رضؓ کو ان کے والد حضرت علی رضؓ کا جانشین قرار دیا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت حسن رضؓ نے اس انتخاب کو اس لیے پسند نہیں کیا کہ اس پر مہاجرین و انصار اور اعیانِ قریش کا اتفاق نہ تھا۔ اور آخر امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

۶۔ امیر معاویہ رضؓ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اور اس کی ولیعہدی پر ممالک و امصار کے لوگوں سے بیعت لی۔ اور بعد میں انتخاب کے طریقہ پر برابر عمل ہوتا رہا۔

مذکورہ بالا طریقوں میں سے ایک طریقہ بھی وشاورھم فی الامر یا وامرھم شوریٰ بینھم کے مصداق پر پورا نہیں اترتا۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کے انتخاب میں عام لوگوں کو مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا تھا۔ صرف چند مخصوص افراد کا مشورہ تھا۔ حضرت عمر رضؓ کا انتخاب بھی عام مشورہ سے نہیں ہوا۔ حضرت عثمان رضؓ کے انتخاب کی شکل بھی حضرت عمر رضؓ کے انتخاب ہی کی سی ہے۔ حضرت علی رضؓ کے انتخاب میں بھی مدینہ کے عام اشخاص شامل نہ تھے خصوصاً اعیانِ قریش کی تعداد تو بہت ہی کم تھی۔ امام حسن رضؓ کا انتخاب صرف کوفیوں کی ایک مخصوص تعداد سے عمل میں آیا تھا۔ اور امیر معاویہ رضؓ کے انتخاب میں اگرچہ اکثریت کی رائے شامل تھی۔ امام حسن رضؓ نے ان کے حق میں خلافت سے دستبرداری دیدی تھی لیکن وامرھم شوریٰ بینھم کا صحیح طریق عمل میں نہیں آیا تھا۔ امیر معاویہ رضؓ نے اگرچہ حضرت ابوبکر رضؓ کے طریق پر عمل کیا تھا۔ لیکن ایک بڑی تعداد ان کے اس عمل کی مخالف تھی۔ اور اعیانِ قریش

میں سے بھی بہت سے لوگ خلافت کے حق کو اس طرح اپنے خاندان میں
مخصوص کر دینے کے مخالف تھے۔

مختصر یہ کہ قرونِ اولیٰ میں جس کو خیر القرون کہا جاتا ہے خلیفہ کے انتخاب کا
کوئی مخصوص طریقہ نہیں رہا ہے۔ بلکہ جیسی شکل و صورت پیش آتی رہی ہے
اُس کے موافق عمل کیا گیا ہے۔ بایں ہمہ ہم ضرور کہیں گے کہ خیر القرون کے عہد
میں خلیفہ کے انتخاب کا جو طریقہ بھی رہا ہو۔ اس بات کو تو تمام لوگ جانتے
تھے کہ خلیفہ کے انتخاب میں شوریٰ سب سے بڑی اور مستند چیز ہے۔ اور ہر موقع پر
اس چیز کو سامنے رکھا گیا ہے ہر چند کہ خلیفہ گو مذکورۂ بالا طرق انتخاب وامرھم
شوریٰ بینھم کی کسوٹی پر پورے نہیں اُترتے۔ لیکن اس بات پر اُمت
کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا انتخاب عام مشورہ سے ہونا چاہیئے۔ اب رہا یہ امر
کہ مسلمانوں کے تمام اہم امور کو طے کرنے یا خلیفہ کو انتخاب کرنے کی شکل
کیا ہے۔ یعنی یہ کہ شوریٰ میں کن لوگوں کی شرکت ضروری ہے۔ ساری قوم
شریک ہو کر مشورہ کرے یا قوم کے مخصوص افراد۔ پھر مخصوص افراد میں سے بھی
قوم کے اعیان ہوں۔ یا لشکر کے افسر و عہدہ دار۔ اس کی نسبت سیاست داں
علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ میں شوریٰ کے اہل ارباب حل و عقد یعنی حضورؐ
کے وہ جلیل القدر صحابہ تھے جن کو حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کا زیادہ موقع
ملا تھا جنکو صحبت حاصل تھی۔ اور جو اُمت کے مصالح سے پوری پوری واقفیت
رکھتے تھے۔ پھر ان حضرات کا دور ختم ہو جانے پر اس امر کے اہل وہ لوگ ہوئے
جو ان کے جانشین تھے۔ اور اسلامی سلطنت کا قرب رکھتے تھے۔ پھر ان کے

صحیح قائم مقام اسی طرح اس کا سلسلہ جاری رہیگا۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان کا اتفاق انتخابِ خلیفہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اکثریت کا اتفاق کافی ہے۔ اور اکثریت سے مراد وہ تعداد ہے جو حاضرین کی نصف تعداد سے زیادہ ہو۔

علمائے حق کی رائے ہے کہ جب اس طریقہ پر انتخابِ خلیفہ کی کارروائی ہو چکے اور خلیفہ کو منتخب کر لیا جائے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اُسکے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اور اسکے احکام کو سنیں اور اطاعت کریں۔ جب تک وہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کے موافق عمل کرے۔ پھر امام کی اطاعت اس کی وفات کے بعد بھی ضروری ہے یعنی امام نے اپنی زندگی میں جو احکام جاری کئے ہیں اُن کا اثر اُس کی وفات سے زائل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کریں۔ مثلاً کوئی خلیفہ اپنی زندگی میں کسی مومن کو اپنا جانشین شوریٰ کے بعد مقرر کر دے جیسا کہ حضرت عمر رض نے کیا تھا۔ تو اس حکم کی اطاعت مسلمان کا فرض ہے۔

علمائے اہلِ سنت کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی موقع پر شوریٰ کی مجلس میں صرف چند مخصوص افراد ہوں لیکن ایسے افراد جن کا شمار اربابِ حل و عقد میں سے ہو۔ تو یہ شوریٰ جائز ہوگا۔ اور انتخاب درست مانا جائیگا جیسا کہ حضرت عمر رض کی وصیت کے موافق حضرت عثمان رض کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔

غرض عہدِ اوّل یعنی عہدِ صحابہ میں خلفاء کو عام شوریٰ سے بھی انتخاب کیا گیا ہے اور خاص اشخاص کے شوریٰ سے بھی۔ اور امام کے ولیعہد مقرر کرنے سے

بھی جائز سمجھا گیا ہے ۔ اب چوتھی صورت یہ باقی رہجاتی ہے کہ کوئی شخص اپنی طاقت کے حق کو حاصل کرے اور خلافت پر قابض ہو جائے ۔ اس کی نسبت عصر اوّل کے بعد علماء حق نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر ایسی حالت میں کسی شخص نے خلافت پر قبضہ کیا ہے جبکہ ممالک اور امصار میں کوئی خلیفہ موجود نہیں تھا ۔ یا خلافت کے معاملہ میں لوگوں کے درمیان اختلاف پھیلا ہوا تھا ۔ اور کسی ایک شخص پر عام اتفاق نہ ہوتا تھا ۔ تو ایسے شخص کا خلافت پر قبضہ کر لینا جائز ہے ۔ جو اُمت کی سیاست کی حفاظت کی کافی قدرت رکھتا ہو ۔ اور اُمت سے کافی آگاہی رکھتا ہو ۔ اور فتنہ و فساد کو رفع کر کے امن و سکون پیدا کرنے کی اہلیت رکھتا ہو ۔ اگر کوئی ایسا ہی شخص خلافت پر قابض ہو گیا ہے ۔ تو لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اس وقت اس کی اطاعت قبول کریں ۔ خواہ خوشی سے خواہ ناراضی سے ۔ اور جب حالات میں سکون و اطمینان پیدا ہو جائے تو عام طور پر اس کی خلافت کو تسلیم کر لیا جائے ۔ اور اس کے طرزِ عمل سے سب لوگ خوش ہو جائیں ۔ تو اس کو صحیح خلیفہ مان لیں ۔ اور اس کی اطاعت کو واجب خیال کریں ۔

(۸)

امام کی اطاعت ضروری ہے

امام یا خلیفہ جب تک کتاب الٰہی اور سنت نبوی پر عامل رہے ۔ اس وقت تک اس کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے ۔ اور نافرمانی بدترین جرم ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بابت ارشاد ہوا ہے ۔ ـــــ

یا ایھا الذین آمنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم (قرآن مجید)

مومنو! خدا کی۔ اس کے رسول کی اور تم میں سے جو شخص تمہارا حاکم ہو۔ اس کی اطاعت کرو۔

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی (حدیث)

جس نے میری (یعنی حضورؐ کی) اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے اپنے امیر حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے امیر کی نافرمانی کی۔ اس نے میری نافرمانی کی۔

۳- لو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ و اطیعوا (حدیث)

اگر تم پر غلام کو حکمران بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے موافق تم پر حکومت کرے تو تم اس کی بات کو سنو اور مانو۔

۴- اسمعوا و اطیعوا وان تامر علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ (حدیث)

اگر تم پر کوئی حبشی غلام بھی حکومت کرے جس کا سر کشمش کی مانند یعنی چھوٹا سا ہو۔ تب بھی تم اس کا حکم سنو اور مانو۔

۵- اوصانی خلیلی ان اسمع واطیع وان کان عبدا مجدع الاطراف (ابوذرؓ کا ارشاد)

مجھ کو میرے خلیل یعنی حضورؐ نے یہ وصیت کی ہے کہ دست و پا بریدہ حکام کے حکم بھی میں سنوں اور اس کی اطاعت کروں۔

آیت قرآنی اور احادیث نبویؐ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام کی اطاعت فرض

ہے۔ خواہ امام کوئی ہو۔ یہانتک کہ غلام حکمران کی اطاعت بھی واجب ہے۔

(۹)

خلیفہ کی مخالفت کب جائز ہے

امام کی اطاعت محدود و مشروط ہے یعنی جبتک اس کے احکام اصول دین کے موافق رہیں اور قرآن و حدیث کی صریح خلاف ورزی پر مبنی نہ ہوں۔ اسوقت تک اس کے احکام کی اطاعت اور اسکے اوامر کا نفاذ ضروری و واجب ہے۔ اسی طرح جب تک اس کا اجتہاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق ہو۔ اور وہ اپنے اجتہاد میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ارشاد کرتا ہے۔ اسوقت تک اس کی اطاعت فرض ہے۔ جب وہ کوئی ایسا حکم دے جو قرآن اور حدیث کے صریح خلاف ہو اس وقت اس کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق — خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔

۲۔ فاذا امرت بمعصیة فلا سمع ولا طاعة — حضورؐ نے فرمایا ہے۔ اگر میں تم کو ایسی معصیت یعنی گناہ یا خدا کی نافرمانی کا حکم دوں تو تم حکم کو سننا اور ماننا واجب نہیں ہے۔

مثلاً کوئی امام مسلمانوں کو حکم دے کہ شراب پیو اور نماز نہ پڑھو یا کسی حیلہ زنا وغیرہ کی ترغیب دلاوے۔ یا جنگوں میں ممنوع امور کو بجالانے پر مجبور

کرے۔ ایسی حالت میں اس کے احکام کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے احکام کو نافذ کرنا اور ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنیکا حکم ہے۔

اگر امام کے ذاتی اعمال حدودِ شرع سے تجاوز کر جائیں۔ مثلاً وہ رعایا پر زیادتی کرنے لگے۔ یا لوگوں کے حقوق کو طلب نہ کرے۔ یا فسق و فجور میں مبتلا ہو کر شراب پینے لگے۔ یا نماز پڑھنا چھوڑ دے۔ تو ہر مسلمان کا فرض ایسی حالت میں یہ ہوگا کہ وہ امام کو نصیحت کرے۔ بھلائی کا اس کو حکم دے اور برے کاموں سے اسکو روکے لیکن ایسی حالت میں بھی اس کی اطاعت سے منحرف ہونا۔ یا اس کے خلاف خروج کرنا۔ یا اسکے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے۔ جبتک کہ اس سے ایسے افعال کا ارتکاب نہ ہو۔ جو صریح کفر ہیں۔ البتہ جب وہ صریح کفر کا مرتکب ہو جائے۔ تب اسکی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اور ایسی حالت میں ہر مسلمان کا فرض یہ ہوگا کہ وہ اسکے خلاف اپنی طاقتوں سے کام لے۔ اور اس کو ذلیل و رسوا کر کے خلافت کے منصب سے علیحدہ کر دے۔

اس موقعہ پر یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ امام برحق کے خلاف خروج کرنا شرع کی نظر میں کیسا ہے ——— اوپر بتایا جا چکا ہے کہ امام و خلیفہ حضور صلعم کا جانشین ہوتا ہے۔ اس بنا پر جو شخص امام کی نافرمانی کریگا۔ وہ گویا رسول خدا کی نافرمانی کریگا۔ اور جو شخص رسول خدا صلعم کی نافرمانی کریگا۔ وہ خدا کی نافرمانی کریگا۔ اسی طرح جو شخص امام سے جنگ کریگا۔ تو وہ گویا خدا اور رسول سے لڑیگا۔ پس جو شخص خدا و رسول سے جنگ کرے۔ اسکو چاہیئے کہ وہ اس جرم کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جائے۔ خداوند تعالیٰ ایسے لوگوں کی نسبت

فرماتا ہے۔

انما جزاءُ الذین یحاربون اللہ ورسولہٗ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا وھم فی الآخرۃ عذاب عظیم ○ الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور الرحیم ط (سورۂ مائدہ)

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرنیکے لئے دوڑتے یا فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی سزا یہی ہے کہ قتل کئے جائیں۔ یا سُولی پر چڑھائے جائیں۔ یا جانب مقابل کے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ یا زمین سے جلاوطن کئے جائیں۔ یہ ان کی دنیاوی رسوائی ہے اور آخرت میں انکے لئے بڑا عذاب ہے مگر جو لوگ تمہارے ہاتھوں گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلیں۔ تو جان لو کہ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۱۰)

امام کے فرائض کیا ہیں

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ امام کے فرائض دین کی حفاظت اور اس کی نگہبانی ہے۔ اس صورت میں امام کا فرض ہے کہ وہ شرع کو اپنا رہنما بنائے۔ اور کتاب اللہ کی راہ راست سے ایک ذرہ بھر اِدھر اُدھر نہ ہٹے۔ اور طریقۂ رسول ﷺ کے اتباع اور عصر اوّل کے آئمہ اسلام کے اجماع کی پیروی

کو اپنے اوپر واجب قرار دے۔ اگر اس نے ایسا کیا۔ جس کا وہ جانشین ہے۔ اس کی ہدایت کو اپنا نصب العین بنایا۔ اور خلفائے راشدین کے مسلک کو پیش نظر رکھا۔ تو اس کا مرتبہ صدیقین شہدار اور صالحین کے مرتبہ کے برابر ہے۔ اور قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ خدا اس کو اپنے سایہ میں جگہ دیگا۔ اور جس امام نے حدودِ شرع سے تجاوز کیا۔ احکامِ الہیٰ سے انحراف کیا۔ اور نفسانی خواہشات کا اتباع کرکے راہ راست سے دور جا پڑا۔ اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے۔

ما من امیر یلی امر المسلمین ثم لم یجھد لھم وینصح الا ولم یدخل الجنۃ معھم	جس شخص کو مسلمانوں کی امارت مل جائے۔ اور وہ مسلمانوں کی خیر و فلاح کی کوشش اور مسلمانوں کو نصیحت نہ کرے۔ وہ گمراہوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوگا۔

اس قسم کی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن میں آئمہ و خلفاء اسلام کو ڈرایا اور بتایا گیا ہے کہ اگر انہوں نے حدودِ شرع سے تجاوز کیا۔ اور مسلمانوں

کی صحیح رہنمائی نہ کی۔ تو ان کو دوزخ کے سب
سے نیچے کے طبقے میں ڈال دیا جائے گا۔

خلیفۂ اول

یعنی

حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے

عہدِ زریں کی تاریخ

مرتبہ

جناب آغا رفیق صاحب بلند شہری

پہلا باب

خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا عہد خلافت

پہلی فصل ـــــــ انتخاب خلیفہ کی کارروائی

حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلعم کی وفات کے بعد مہاجرین خصوصاً خویش و اقارب رنج و غم میں مبتلا اور تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مشغول تھے۔ کہ ایک شخص نے جس کا نام مغیرہ بن شعبہ بتایا جاتا ہے آکر کہا: "انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اپنی قوم کے سردار سعد بن عبادہ رضؓ کو اپنا خلیفہ بناویں۔" یہ خبر پاتے ہی حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ اور حضرت ابوعبیدہ چند اور لوگوں کے ہمراہ کاشانۂ نبوت سے باہر آگئے۔ اور سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔

سقیفہ بنو ساعدہ

حضورؐ کی وفات کے بعد انصار نے خلافت کے مسئلہ پر غور کیا۔ چونکہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی غیر معمولی مدد کی تھی بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ مکہ کے مشرکوں کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بچاکر اپنے گھروں میں پناہ دی تھی۔ اس لئے وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔

اور اسی خیال کی بنا پر وہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انتخاب خلیفہ کے لئے جمع ہوئے تھے۔ انصار کے دو قبیلے تھے یعنی اوس اور خزرج۔ ان میں سے خزرج کی تعداد زیادہ تھی۔ اور ان کے سردار سعد بن عبادہ رض تھے۔ عام طور پر انصار کا رجحان سعد بن عبادہ رض کی طرف تھا۔ اور انہیں کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔

سقیفہ میں جب انصار کے تمام اعیان جمع ہو گئے۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رض نے ان کو خطاب کیا۔ اول انصار کی وہ خدمات بیان کیں جو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں انجام دی تھیں۔ اور پھر بتایا کہ "خلافت صرف انصار کا حق ہے اور انصار ہی کو ملنا چاہیئے اسلئے اس سلسلہ میں جو مخالفت کی جائے اور انصار کو اس حق سے محروم کرنے کی جو کوشش کی جائے اسکی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ اور پوری قوت اور جدوجہد سے اپنے حق کو حاصل کرنا چاہیئے۔"

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر ایک انصاری نے کہا کہ اگر مہاجرین اسکو تسلیم نہ کریں۔ اور یہ کہیں کہ ہم حضور صلعم کے قرابت دار ہیں۔ اور پھر سب سے پہلے ہم ہی اسلام لائے ہیں۔ تو پھر ان کو کیا جواب دیا جائیگا؟ ایک اور انصاری نے اس کے جواب میں کہا "اگر مہاجرین ہماری تجویز کو قبول نہ کریں گے۔ تو پھر ہم ان سے یہ کہیں گے کہ اس معاملہ کا فیصلہ اسطرح کر لو کہ ایک امیر ہم میں سے ہو۔ اور ایک امیر تم میں سے۔ اور اس سے کم پر ہم کسی طرح راضی نہ ہوں" حضرت سعد بن عبادہ رض نے اس سوال و جواب کو سن کر کہا "یہ ہماری پہلی کمزوری ہے"

گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض اور ابو عبیدہ رض تشریف

لے آئے۔ حضرت عمر رضؓ نے خلافت کے مسئلہ پر تقریر کرنی چاہی لیکن حضرت ابوبکرؓ
نے اُن کو اشارہ سے روک دیا۔ اور خود مجلسِ شوریٰ کے درمیان کھڑے ہو کر
انتہائی طمانیت اور سکون و وقار کے ساتھ تقریر شروع کی۔ اوّل حضورؐ کی بعثت
اور اس احسانِ الٰہی کا ذکر کیا جو اُس نے بندوں کی رہنمائی کے لئے دینِ حق کو نازل
کر کے دُنیا پر کیا تھا پھر عرب کی حالت اور شرکت و کفر کی اُس تاریکی کا ذکر کیا جو
دُنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مہاجرین کے حالات بیان کئے۔ اور
دینِ اسلام کو قبول کر کے جو شرف و بزرگی انہوں نے حاصل کیا تھا اُس کا اظہار کیا۔
اور پھر مہاجرین کے وہ مصائب بیان کئے جو دینِ اسلام کو قبول کر کے انہوں نے
برداشت کئے تھے۔ اس کے بعد انصار کے فضائل بیان کئے اور اُن خدمات کا
ذکر کیا۔ جو اُنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی کی تھیں۔ اور اس کے بعد حضورؐ
کا یہ ارشاد مجلسِ شوریٰ کے سامنے پیش کیا۔

الائمۃ من قریش — امام اور خلیفہ قریش ہی سے ہوں۔

اور پھر فرمایا کہ اس ارشاد کے مطابق امیر تو ہم میں سے ہونگے۔ اور وزیر و مشیر
تم میں سے۔ اور ہم کوئی بات تمہارے مشورہ کے بغیر طے نہ کریں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کی تقریر سُن کر ایک انصاری جس کا نام حباب بن منذر تھا
کھڑا ہوا اور انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "انصار! یہ خلافت تمہارا حق ہے،
تم اس پر قبضہ کر لو مدینہ میں نہ تو کوئی تمہارا مخالف ہے اور نہ کسی کو مخالفت کی
جرأت ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ تم جنگجو بھی ہو۔ اور دولتمند بھی۔ تم قوی بھی ہو اور
زیادہ بھی۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھو اور اختلاف نہ کرو۔ ورنہ تمہاری

قوت اور رائے کمزور ہو جائے گی۔ پھر آخری بات یہ ہے کہ اگر مہاجرین کسی طرح ہمارے اس حق کو تسلیم نہ کریں تو پھر معاملہ کو اس طرح طے کر لیا جائے۔ کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک مہاجرین میں سے ہو۔" حباب بن منذر کے الفاظ کو سن کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا: "دو امیر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ نہ تو ایسا ممکن ہے اور نہ ایسا ہوگا۔ اگر انصار کو امارت کا استحقاق ہوتا۔ تو ضرور حضور صلعم اس کی بابت ہم کو وصیت فرما دیتے۔" حضرت عمر رضؓ کے الفاظ سے حباب بن منذر کو غصہ آگیا۔ اور انہوں نے کھڑے ہو کر انصار سے کہا: "تم لوگ مہاجرین کی باتیں ہرگز نہ سنو۔ ان کے حق کو ہرگز نہ مانو۔ امارت پر قبضہ کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ امارت کو ہم سے چھین لیں۔"

اسی قسم کی باتوں میں جب حضرت عمر رضؓ اور حباب بن منذر کے لب و لہجہ میں کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے دونوں کو تیز و تند گفتگو سے روکا اور فرمایا: "گروہ انصار! خدا سے ڈرو۔ تم وہ لوگ ہو جنہوں نے دین اسلام اور حضورؐ کی سب سے پہلے مدد کی ہے۔ کیا تمہارے لئے یہ مناسب ہوگا کہ تم ہی سب سے پہلے دین اسلام کی تخریب کرو۔" حضرت ابو عبیدہ رضؓ کے یہ الفاظ انصار کے دل میں جا کر بیٹھے۔ تخریب اسلام کے خیال نے ان کو ندامت کے دریا میں ڈبو دیا۔ دیر تک وہ خاموش رہے۔ اور پھر حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ نے متانت و سنجیدگی کے ساتھ انصار کو مخاطب کر کے کہا: "جماعت انصار! ہم نے مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے اور دین اسلام میں سبقت حاصل کرنے کی جو فضیلت حاصل کی تھی۔ وہ اپنے پروردگار کی رضامندی اور اس کے نبیؐ

کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ اس شرف و بزرگی کا معاوضہ دنیا کے جاہ کی صورت میں ہم کو مطلوب نہیں ہے۔ اس کا اجر ہم کو خدا دے گا۔ ہمارے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم اپنے حقوق کو جتا کر اس کے بدلہ میں دنیوی متاع کے خواستگار ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور قریش میں سے تھے۔ اور آپ کی قوم کے لوگ ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ میں تم خدا سے ڈرو اور قریش کی مخالفت سے باز رہو"

بشیر بن سعد رض کے بعد حضرت زید بن ثابت انصاری رض نے انصار کو مخاطب کر کے کہا۔

"گروہ انصار! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لئے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیئے۔ اور جس طرح ہم نے حضور کی مدد کی تھی۔ اسی طرح ہم کو چاہیئے کہ حضور ص کے خلیفہ کی بھی مدد کریں" حضرات بشیر بن سعد رض اور زید بن ثابت رض کی تقریروں نے فضا کو تبدیل کر دیا۔ اور انصار حقیقت حال سے آگاہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر رض نے انصار کو قریش کی بیعت پر آمادہ پا کر فرمایا "یہ عمر رض اور ابوعبیدہ رض موجود ہیں۔ ان میں سے آپ حضرات جس کو پسند کریں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں" حضرت عمر رض و ابوعبیدہ رض نے حضرت ابوبکر رض کے یہ الفاظ سن کر کہا "نہیں نہیں خدا کی قسم نہیں یہ تمہاری موجودگی میں ہم میں سے کوئی اس امر کو قبول نہیں کریگا۔ ابوبکر رض! تم مہاجرین کی جماعت میں سب سے بہتر ہو حضور ص کے رفیق غار ہو۔ اور نماز پڑھانے میں حضور ص کے قائم مقام رہے ہو۔ اور نماز وہ چیز ہے

مسلمانوں کے امورِ دینی میں سب سے افضل ہے۔ کون ایسا شخص ہے جو تم پر مقدم ہو۔ اور پھر مہاجرین موجودگی میں کون ہے جو خلافت کا متولی ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں یہ کہکر حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی پھر ابوعبیدہ رضؓ نے بیعت کی پھر بشیر بن سعدؓ اور زید بن ثابت رضؓ نے بیعت کی۔ اور اسکے بعد یکے بعد دیگرے تمام لوگوں نے بیعت کرلی۔ اور جب اس بیعت کی خبر باہر پہونچی۔ تو لوگ دوڑ دوڑ کر چاروں طرف سے آئے۔ اور بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سقیفۂ بنو ساعدہ کے سامنے بازار اور تمام گلیاں لوگوں کے ہجوم سے بھر گئیں۔ یہ بیعت بیعتِ خاص تھی۔

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصار کے درمیان امامت کے مسئلہ پر جو نزاع پیدا ہوئی تھی وہ نیک نیتی پر مبنی تھی۔ انصار امامت کو اس لئے اپنا حق خیال کرتے تھے کہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی وہ شاندار خدمات انجام دی تھیں جن کی نظیر نہیں مل سکتی اور پھر اس لئے کہ انصار خلافت کو ہر شخص کا حق سمجھتے تھے یعنی قریش اور غیر قریش سب کو خلافت کا اہل خیال کرتے تھے۔ لیکن جب ان کو یہ بتایا گیا کہ حضورؐ نے خلافت کو قریش کے اندر مخصوص کردیا ہے۔ اور وہ اتنی قریش ہی خلافت کے مستحق ہیں۔ تو انہوں نے قریش کے حق کی مخالفت نہ کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ واقعہ یہ ہے کہ اختلاف خیالات میں جبتک خواہشات اور اغراض دخیل نہ ہوں

حق و ناحق کا فیصلہ آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اور یہی صورت اس اختلاف کی تھی۔ مہاجرین اور انصار دونوں حضورؐ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کی ذات سے صرف یہی توقع ہو سکتی ہے کہ وہ امت اسلامیہ کو افتراق و انشقاق سے بچائیں۔ اور ایک رائے پر متحد و متفق ہو جائیں۔ اس لیے کہ دنیا کی زینت و آسائش اور جاہ و مرتبت ان کی نظر میں بے حقیقت چیزیں تھیں۔

بیعت عامہ دوسرے دن یعنی ۱۳ ربیع الاول سلہ ھ کو مسجد نبوی صلعم میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت پر بیعت عامہ لی۔ جب مدینہ کے تمام مہاجرین و انصار اور قرب و جوار کے مسلمان مسجد نبویؐ میں جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر ان کے سامنے یہ تقریر فرمائی۔

"لوگو! میرا خیال یہ تھا کہ حضورؐ ہم سب لوگوں کے بعد تک زندہ رہیں گے لیکن میرا خیال یہ غلط نکلا۔ اور حضورؐ رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لیگئے۔ حضورؐ نے بلا شبہ وفات پائی لیکن تمہارے پاس وہ نور (یعنی قرآن) موجود ہے جو تم کو راہ راست دکھائیگا اور جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمدؐ کو چلایا تھا۔ ابوبکرؓ حضورؐ کے صحابی اور رفیق غار ہیں مسلمانوں میں سب سے زیادہ تمہارے معاملات کا انتظام کرنیکے اہل ہیں اسلیے تم آگے بڑھو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔"

حضرت عمرؓ اپنی تقریر ختم کرکے منبر سے اُتر آئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ سے منبر پر تشریف فرما ہونے کی درخواست کی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کے احترام کو مدِ نظر رکھکر منبر پر بیٹھنا پسند نہ کیا۔ جب کئی مرتبہ کہا گیا اور منبر پر تشریف فرما ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ منبر پر تشریف لیگئے۔ اور جہاں حضورؐ تشریف فرما ہوتے تھے۔ اُس کے نیچے کے درجے پر تشریف فرما ہوئے۔ اور حاضرینِ مسجد نے جوشِ عقیدت کے ساتھ بیعت شروع کی۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں نے بیعت کرلی۔

خطبۂ خلافت جب عام بیعت ہو چکی تو حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب کیا۔ اوّل خدا کی حمد و ثنا کی اور اسکے بعد فرمایا:-

لوگو! خدا کی قسم۔ امیر بننے کی خواہش میرے دل میں کبھی دن میں پیدا ہوئی اور نہ رات میں۔ نہ میں اس کا خواہشمند تھا اور نہ میں نے ظاہر یا پوشیدہ اس کے لئے اللہ سے دعا کی تھی لیکن جب مجھکو یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو تو میں اس بار کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوگیا۔ مجھ پر بڑا بار ڈالا گیا ہے۔ میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور خدا کی مدد کے بغیر اس کو انجام نہیں دے سکتا۔ میں یہ آرزو رکھتا تھا۔ کہ آج میری جگہ کوئی ایسا شخص ہوتا جس میں مجھ سے زیادہ اس بار کو اُٹھانے کی

طاقت ہوتی۔ بہر نوع میں اگرچہ تم سے بہتر نہیں ہوں۔ لیکن مجھکو تمہارا امیر بنا دیا گیا ہے۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو۔ اور بُری راہ چلوں تو تم مجھکو راہِ راست پر چلاؤ یعنی میری اصلاح کرو۔ صدق امانت ہے۔ اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے جو شخص کمزور ہو۔ وہ میری نگاہ میں قوی ہے۔ یعنی میں اُن لوگوں کی حمایت کروں گا۔ اور اس کا حق دلواؤں گا۔ اور جو ظلم میں قوی ہے۔ وہ میری نظر میں کمزور ہے میں اُس سے دُوسرے کا حق لیلوں گا۔ جب تک میں اللہ اور رسول ص کی اطاعت کروں۔ تم میری اطاعت کرو۔ اور جب میں خدا اور رسول ص کی نافرمانی کروں۔ تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ یعنی میرا حکم نہ مانو"

چند اور باتیں	بیعت اور خلافت کے سلسلہ میں چند اور باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) قریش کا خاندان بنو ہاشم حضرت علی رض کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت علی رض چونکہ حضور ص کے داماد اور قریبی قرابت دار ہیں۔ اس لئے خلافت کے مستحق وہی ہیں لیکن مدینہ کے مہاجرین اور انصار کی عام رائے اس کے موافق نہ ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر رض کو عام رائے سے خلیفہ مقرر کر دیا گیا۔

(۲) حضرت ابوبکر رض کی خلافت پر بنو ہاشم کے چند افراد نے جن میں حضرت

علیؓ بھی تھے بیعت نہیں کی۔ اور عام رائے کی خلاف ورزی کی چند
روز بعد بنو ہاشم کے افراد نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن حضرت
علیؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی میں بیعت سے منحرف رہے۔ آخر چھ مہینے
کے بعد حضرت فاطمہؓ کے انتقال ہو جانے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
بھی بیعت کر لی۔ اور عام رائے کی تائید کر دی۔

(۳) بیعت خلافت کے چند روز بعد ہی حضرت فاطمۃ الزہرا نے حضرت
ابو بکرؓ سے یہ مطالبہ کیا کہ مدینہ اور فدک میں حضورؐ کی جو جائیداد ہے
اور خیبر کے خمس کا بقیہ ان کے حوالے کیا جائے۔ اس لئے کہ اس مال
کی وارث وہی ہیں۔ اس مطالبہ کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہلا
بھیجا کہ حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ "ہم جو مال مرنے کے بعد چھوڑیں وہ کسی کا
ورثہ نہیں۔ صدقہ ہے۔ اس مال میں سے صرف محمدؐ کے آل و عیال
کھائیں گے۔" میں حضورؐ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ اور
جو طریقہ حضورؐ کے زمانے سے اس مال کے متعلق چلا آتا ہے اس پر
عمل کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اس مال میں سے حضرت فاطمہؓ
کے قبضہ میں کوئی چیز نہیں دی۔ اور حضرت فاطمہؓ اس سے ناراض
ہو گئیں۔ اور آخر وقت تک حضرت ابو بکرؓ سے کلام نہیں کیا۔
حضرت فاطمہؓ صرف چھ ماہ حضورؐ کی وفات کے بعد زندہ رہیں

دوسری فصل

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے حالات

نام و نسب وغیرہ

حضرت ابوبکرؓ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضورؐ نے عبد اللہ نام رکھا۔ صدیق اور عتیق آپ کے لقب ہیں۔ اور ابوبکرؓ کنیت۔ نام اور القاب سے زیادہ آپ کی کنیت مشہور ہے۔ یہاں تک کہ یہ کنیت نام کے قائم مقام ہو گئی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے والد کا نام ابو قحافہ تھا۔ جو قریش کی مشہور شاخ بنی تیم میں سے تھے۔ اور آپ کی والدہ ام الخیر بھی بنی تیم میں سے تھیں حضرت ابوبکرؓ کے والد اور والدہ دونوں مسلمان ہوئے۔ حضورؐ سے حضرت ابوبکرؓ کا نسب چھٹی پشت میں یعنی مرّہ بن کعب پر جا کر ملتا ہے۔

ولادت اور ایام جاہلیت کے مشاغل

حضرت ابوبکرؓ عام فیل یعنی اس سال سے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے تھے جس میں حبشہ کے گورنر ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ اور ہاتھیوں کو لیکر چڑھ آیا تھا۔ اس حساب سے حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے ۲ دو برس چھوٹے تھے۔

آپ کے والد ابو قحافہ چونکہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اور بہت خوشحال تھے۔ اس لئے آپکی پرورش و تربیت بہترین طریقہ پر ہوئی۔ اور نوجوانی

ہیں آپ کے پسندیدہ اخلاق اور شریفانہ خصائل نے آپ کو ہر دلعزیز
بنا دیا۔ دولتمند ہونے کے ساتھ ہی حضرت ابوبکرؓ اپنے پہلو میں متاثر دل
رکھتے تھے۔ اور حاجتمندوں اور غریبوں کی مدد کرتے رہتے تھے۔

ایام جاہلیت میں والد کے ساتھ تجارت کرتے۔ اور تجارتی مال لیجانے
اور لانیکے لئے شام اور یمن جایا کرتے تھے۔ رائے صائب تھی۔ اور مخلصانہ
مشورہ دیا کرتے تھے۔ اس لئے اہم معاملات میں اکثر ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔
نسب دانی چونکہ حضرت ابوبکرؓ کے آباؤ اجداد کا خاص شغل تھا۔ اس لئے
آپ نے بھی اس فن میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور عہد جوانی میں قریش کی
تاریخ اور نسب دانی میں ان سے زیادہ کوئی اور شخص نہ تھا۔

حضورؐ کی بعثت سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضورؐ کے درمیان دوستانہ
تعلقات تھے۔ اور اکثر ایک دوسرے کی صحبت سے متمتع ہوا کرتے تھے۔
حضرت ابوبکرؓ چونکہ سن شعور سے اپنی قوم میں ممتاز تھے اور قومی نزاع
کو دور کرنے اور قومی خدمات انجام دینے کا خاص شوق رکھتے تھے۔ اس لئے
ان کی دانائی بتوں کی پرستش سے ان کو علیحدہ رکھتی تھی۔ اور حضورؐ کی
صحبت میں ان کا دل بہت خوش ہوتا تھا۔

قبول اسلام

خداوند تعالیٰ نے جب حضورؐ کو منصب نبوت
پر سرفراز فرمایا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ
یمن گئے ہوئے تھے۔ چند روز بعد واپس تشریف لائے تو سنا کہ ابو طالب کے
یتیم بچہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ اطلاع پا کر حضرت ابوبکرؓ فوراً حضورؐ

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ "میں نے جس شخص کے سامنے اسلام کو پیش کیا۔ اس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد کو پایا لیکن ابوبکرؓ کے سامنے جس وقت اسلام کو پیش کیا گیا انہوں نے فوراً اس کو قبول کر لیا۔ اور کسی قسم کی جھجک ظاہر نہیں کی۔"

اس بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا قول فیصل یہ ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ۔ بچوں میں سے سب سے پہلے حضرت علیؓ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ اسلام لائے۔

اشاعت و خدمت اسلام

حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی پوری قوت اور دولت سے اسلام کی خدمت و اشاعت کے فرض کو ادا کیا۔ اور اپنے قرابت داروں اور دوستوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اور ان کی تحریک و کوشش سے بہت سے آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جن میں حضرت عثمان بن عفانؓ۔ زبیر بن عوامؓ۔ طلحہ بن عبید اللہؓ۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ بھی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی تحریک سے مذکورہ بالا جیسے جلیل القدر اعیان قریش کا اسلام قبول کر لینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ صرف حضرت ابوبکرؓ ہی کی شخصیت اور ہر دلعزیزی تھی۔ جو ان لوگوں کو اسلام کے آستانہ پر لے آئی اور انہوں نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ اور اسی واقعہ سے اس امر کا

کافی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حجاز کے سب سے بڑے معزز اور ممتاز قبیلہ قریش میں حضرت ابوبکرؓ کا امتیاز کا کتنا بلند درجہ حاصل تھا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام کی اشاعت و خدمت میں بیدریغ اپنی دولت خرچ کی۔ اور ایک لمحہ کے لئے مسلمانوں کی اذیت و تکلیف کو گوارہ نہ کیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب اُن غلاموں کو جو مسلمان ہو چکے تھے اُن کے مشرک کافر مالکوں نے ستانا شروع کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سب غلاموں کو کافی قیمت دیکر خرید لیا۔ اور آزاد کر دیا۔ اور انہیں غلاموں میں سے حضرت بلال رضؓ اور عامر بن فہیرہ ہیں۔

حبشہ کی طرف ہجرت

تین سال تک حضورؐ اور صحابہ اسلام کی خفیہ طور پر اشاعت کرتے رہے جب چوتھے سال خداوند تعالیٰ نے کا یہ حکم نازل ہوا کہ اے محمدؐ اہلم کو جو حکم دیا جاتا ہے اُس کو علانیہ بیان کرو۔ اور مشرکین کی جانب سے منہ پھیر لو "تو حضورؐ اور صحابہ نے علانیہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور شرک و کفر کی خدمت شروع کی مشرکین جب اس نئی بات کو دیکھکر بھڑک اٹھے۔ اور اپنے بتوں کی برائیاں سن کر اُن میں ضبط کا یارا نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار و مشرکین کے ہاتھوں مسلمانوں کو ہر قسم کی تکلیفیں پہونچنے لگیں۔ ان مصائب اور اذیتوں میں حضرت ابوبکرؓ کا بھی حصہ تھا اور چونکہ آپ اکثر حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے اس لئے سب سے زیادہ اذیتیں بھی آپ ہی کو برداشت کرنا پڑتی تھیں جب کفار کی سختیاں حد سے گذر گئیں۔ اور مسلمان اُن کو برداشت نہ کرسکے۔ تو

حضورؐ نے صحابہ کو اجازت دیدی کہ حبشہ چلے جاؤ۔ اور مشرکین کی سختیوں
سے اپنے آپ کو بچالو۔ چنانچہ پہلی مرتبہ گیارہ مرد اور چار عورتیں ہجرت کرکے
حبشہ گئیں۔ اور دوسری مرتبہ اس سے زیادہ مرد و عورت گئے لیکن حضرت
ابوبکرؓ حضورؐ کی خدمت ہی میں رہے اور عرصہ دراز تک تکالیف
برداشت کرتے رہے۔ آخر جب سختیوں کا درجہ برداشت کی حد سے گذر گیا
تو آپ بھی ہجرت پر مجبور ہو گئے اور گھربار چھوڑ کر یمن کی راہ سے
حبشہ روانہ ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ جب پانچ منزلیں طے کرکے مقام برک الغماد پر پہنچے۔
جو یمن کے راستہ پر واقع تھا۔ تو وہاں کے قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ
سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ابن الدغنہ ان کو دیکھکر حیران رہ گیا۔ اور پوچھا
"ابوبکرؓ! کہاں جاتے ہو؟" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "میری قوم
نے مجھکو نکالدیا ہے۔ اسلئے حبشہ جاتا ہوں۔ تاکہ پردیس میں اطمینان سے
اپنے پروردگار کی عبادت کرسکوں" ابن الدغنہ نے کہا کہ "ابوبکرؓ! تم
جیسے آدمیوں کو جو بیکسوں کا مددگار، مصیبت زدوں کا ہمدرد اور مہمان نواز
ہو۔ اس کو گھر سے نہیں نکالا جاسکتا۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ مکہ
واپس چلو۔ اور وطن ہی میں اپنے پروردگار کی عبادت کرو" چنانچہ ابن الدغنہ
حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ مکہ لایا۔ اور اشراف قریش کو جمع کرکے کہا۔
"تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو اس کے گھر سے نکالتے ہو جو غریبوں
کا مددگار، بیکسوں کا حامی، مصیبت زدوں کا غمخوار اور مہمان نواز ہے ایسے

شخص کو نہ تو نکالا جا سکتا ہے اور نہ نکلنا چاہیئے۔ میں ابو بکرؓ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ تم ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو۔" قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو اس شرط پر قبول کر لیا کہ وہ اپنے گھر میں مخفی طور پر جس طرح چاہیں عبادت کریں۔

پناہ کی واپسی

کچھ دنوں تک تو حضرت ابو بکرؓ نے قریش کی شرط کی پابندی کی۔ اور مخفی طور پر گھر کے اندر عبادت کرتے رہے لیکن پھر عبادت اور زندگی کا یہ طریق ان کو پسند نہ آیا۔ اور برک الغماد جا کر ابن الدغنہ کی پناہ اس کو واپس کر آئے۔ اس کے بعد گھر کے باہر میدان میں مسجد بنا کر علانیہ عبادت کرنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ چونکہ بہت رقیق القلب تھے۔ اس لئے ان کی تلاوت قرآن بہت موثر ہوتی تھی۔ اور قریش کے بچے اور عورتیں ان کی تلاوت کے وقت سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے مشرکین نے یہ منظر دیکھا تو گھبرا گئے۔ اور پھر حضرت ابو بکرؓ کو ستانے لگے۔

ہجرت

نبوت کے تیرھویں سال تک حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے ساتھ مکہ میں رہے۔ اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں لیکن حضورؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ جب صبر و تحمل کی حد ہو چکی۔ تو خداوند تعالیٰ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ اور حضورؐ حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضورؐ کی رفاقت کی خصوصیت ایک ایسی خصوصیت ہے جو صحابہ میں سے حضرت ابو بکرؓ کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

مدینہ کا قیام

مدینہ پہنچکر حضرت ابوبکر رضؓ نے مدینہ سے کچھ فاصلہ پر مقام سنخ میں قیام کیا۔ اور جب سات مہینے کے بعد مسجد نبوی کے قریب ان کا مکان بن گیا تو مکہ سے اہل وعیال کو بلا لیا اور مدینہ کے مکان میں سکونت اختیار کی۔

غزوات میں شرکت

مدینہ ہونچکر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضورؐ کے ساتھ تبلیغ و اشاعت اور جہاد کے تمام مواقع پر شریک رہے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلی جنگ غزوۂ بدر میں شاندار خدمات انجام دیں۔ غزوۂ احد میں ہر موقع پر جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ غزوۂ خندق میں مدینہ کی حفاظت کی خدمت انجام دی۔ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین قریش سے جو صلح ہوئی تھی۔ اس سے بڑے بڑے صحابہ کے قلوب میں تنگی تھی لیکن حضرت ابوبکر رضؓ حضورؐ کے فیصلہ سے راضی اور خوش تھے۔ اور اس کو حکم الٰہی سمجھتے تھے۔ خیبر کی جنگ میں حضرت ابوبکر رضؓ کو ایک زبردست قلعہ کی فتح پر مامور کیا گیا۔ فتح مکہ کے روز اسلام کے سچے شیدائی حضرت ابوبکر رضؓ اپنے والد ابوقحافہ کو لیکر حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تلقین اسلام کی درخواست کی۔ حضورؐ نے فرمایا ابوبکر رضؓ! تم نے ان کو خواہ مخواہ تکلیف دی میں خود ان کے پاس چلا آتا۔ اور اس کے بعد حضورؐ نے ابوقحافہ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور فرمایا ابوقحافہ اسلام لے آؤ۔ ابوقحافہ رضؓ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔ غزوۂ حنین میں جب کفار کی یورش سے تمام مسلمان بھاگ کھڑے

ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے قدموں میں ایک لمحہ کے لئے بھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ اور حضورؐ کے ساتھ ہی رہے۔ غزوہ تبوک میں حضرت ابوبکرؓ نے لشکر کے امدادی چندہ میں اپنے گھر کا سارا سامان دیدیا۔ اور جب حضورؐ نے سامان کو دیکھکر آپؓ سے پوچھا کہ ابوبکرؓ اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو عرض کیا کہ ان کے لئے میں نے اللہ و رسول کو رکھ لیا ہے۔ اس غزوہ میں حضرت ابوبکرؓ کو امیر لشکر بنایا گیا تھا۔

امارتِ حج و امامتِ نماز

۹ھ میں حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بناکر مکہ معظمہ روانہ کیا۔

اسلام میں امیر حج کا یہ منصب سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ ہی کو عطا کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۰ھ میں جب حضورؐ آخری حج سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے اور مرض الموت کی ابتداء ہوئی۔ تو اشتداد مرض کی حالت میں حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو نماز کی امامت پر مقرر فرمایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے سترہ نمازیں حضورؐ کی زندگی میں پڑھائیں۔ وفات کے دن صبح کی نماز کے وقت حضورؐ حجرۂ مبارک سے مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ کی جماعت کو نماز پڑھتے دیکھکر خوش ہوئے پھر آگے بڑھے صحابہ نے راستہ دیدیا۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ حضورؐ تشریف لائے ہیں۔ اور پیچھے ہٹنے لگے تاکہ حضورؐ مصلے پر تشریف لے آئیں اور نماز پڑھیں لیکن حضورؐ نے ان کی کمر پر ہاتھ مار کر فرمایا "ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھاؤ" اس کے بعد حضورؐ ابوبکرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے۔

تیسری فصل

لشکرِ اسامہ کی روانگی اور واپسی

حضورؐ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اسامہ بن زیدؓ کی ماتحتی میں
ایک لشکر مرتب کیا تھا جو جنگ موتہ سنہ ۸ھ کا انتقام لینے کے لئے رومیوں
کے مقابلہ پر بھیجا جانے والا تھا۔ یہ لشکر مدینہ کے باہر مقام جرف میں روانگی
کے حکم کا منتظر تھا کہ حضورؐ نے وفات پائی۔ اور لشکر کی روانگی رک گئی۔
حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کو ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا حکم لشکر اسامہ
کی روانگی کا جاری کیا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ حضورؐ کی وفات کی خبر پاکر
عرب قبائل میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ اور ارتداد کی وبا تیزی سے ملک
کے اندر پھیل رہی تھی۔ مدینہ کے مہاجرین و انصار ان خبروں کو سن رہے تھے
اور پریشان تھے۔ آخر انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کیا "خلیفہ رسول اللہ! ایسی حالت میں کہ ارتداد کی ہوا چل رہی ہے
یہود و نصاریٰ سرکشی اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز
کم ہو رہی ہے کسی ایسے لشکر کا جس میں مسلمانوں کے منتخب افراد شامل
ہوں۔ مدینہ سے باہر بھیجنا مناسب نہیں۔ خدا جانے ہم کو کس وقت اپنی
حفاظت کے لئے طاقت کی ضرورت پیش آجائے" حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ
کی اس درخواست کو سنا اور فرمایا "خدا کی قسم! اگر یہ خیال بھی میرا

دامنگیر ہو تاکہ یکہ و تنہا رہ جاتے پر مجھ کو درندے اٹھا لیجائیں گے تب بھی حضور ؐ کے حکم کی تعمیل میں لشکرِ اسامہ کو ضرور بھیجتا"۔ حضرت ابوبکر رضؓ کا یہ جواب سُن کر سب خاموش ہو گئے۔ البتہ انصار نے اتنا اور عرض کیا کہ لشکر بھیجنا ضروری ہی ہو تو اسامہ کی جگہ کسی سِن رسیدہ آدمی کو مقرر کر دو"۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر رضؓ غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ "وہ تم کو موت آئے حضور ؐ نے تو اُسامہ کو امیرِ لشکر مقرر کیا ہے اور تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں اس کو معزول کر دوں"۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت عمر رضؓ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے لشکرِ اُسامہ کی قیام گاہ پر پہونچے۔ اور لشکر کی روانگی کا حکم دیدیا"۔

حکم پاتے ہی لشکر تیار ہو گیا۔ اُسامہ رضؓ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور لشکر کو لیکر روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضؓ دُور تک لشکر کے ساتھ پیدل گئے۔ اور اُسامہ رضؓ کے گھوڑے کے برابر چلتے رہے۔ اور ان کو ہدایت دیتے رہے۔ اُسامہ رضؓ نے خلیفہ کو پیدل پاکر عرض کیا "خلیفہ رسول اللہ! یا تو آپ گھوڑے پر سوار ہو لیں۔ یا مجھکو پیدل چلنے کی اجازت دیں"۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا "نہ تم کو پیادہ ہونے کی اجازت ملے گی۔ اور نہ میں سوار ہونگا"۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ نے ایک مقام پر لشکر کو روک کر اس کے سامنے تقریر کی اور ضروری ہدایات کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! ٹھہر جاؤ! میں تم کو دس باتوں کی ہدایت کرتا ہوں۔ ان کو یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا۔

(۱) خیانت نہ کرنا (۲) کسی کا مال نہ چھیننا (۳) بیوفائی اور بد فعلی سے بچنا (۴) کسی کے اعضاء نہ کاٹنا (۵) بوڑھوں اور بچوں عورتوں کو قتل نہ کرنا (۶) کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا۔ (۷) کھانے کی ضرورت کے سوا گائے اور اونٹ کو ذبح نہ کرنا۔ (۸) تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو دُنیا کو ترک کر کے خانقاہوں میں عبادت کرتے ہوں گے۔ اُن کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ (۹) اور ایسے لوگ بھی تم کو ملیں گے جو طرح طرح کے برتنوں میں کھانے لیکر تمہارے پاس آئیں گے جب تم ان کھانوں کو کھاؤ تو خدا کا نام لیکر کھاؤ (۱۰) اور ایسے لوگ بھی تم کو ملیں گے جن کے سر کے بال درمیان سے منڈے ہوئے ہوں گے ان کو تلواروں سے کاٹ ڈالنا۔ جاؤ اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تم کو دشمنوں کے نیزوں اور طاعون کے حملوں سے محفوظ رکھے"

یہ لشکر ربیع الثانی سنہ ۱۱ھ کی پہلی تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوا۔ یعنی حضورؐ کی وفات کے ٹھیک بیس روز بعد۔ اور شام و حجاز کے درمیانی علاقہ بلاد قضاعہ میں پہنچا۔ اور وہاں کے لوگوں پر چھاپہ مار کے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت کو حاصل کیا۔ اور پورے چالیس روز کے بعد مدینہ واپس آ گیا۔ اس لشکر کی روانگی سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دشمنان اسلام اور مرتدین جو یہ خیال قائم کئے ہوئے

تھے۔ کہ مسلمان کمزور ہیں۔ اور کوئی طاقت ان کے پاس نہیں ہے لشکر کی روانگی کے بعد اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ "اگر مسلمانوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو وہ ایسی حالت میں کبھی لشکر باہر نہ بھیجتے" اور پھر اس سے بھی زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ہاتھ مالِ غنیمت آیا۔ جس سے ان کو اور کئی جنگوں میں مدد ملی۔

اس موقع پر یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ لشکر کی روانگی سے پہلے اُسامہ رضہ سالارِ لشکر حضرت ابوبکر رضہ سے یہ استدعا کی تھی۔ کہ یا خود حضرت ابوبکر رضہ نے اُسامہ رضہ سے کہا تھا۔ کہ "عمر رضہ کو مدینہ میں چھوڑ دو۔ تاکہ ان سے خلافت کے کاموں میں مجھکو مدد ملے"! اُسامہ رضہ نے اجازت دیدی۔ اور حضرت عمر رضہ مدینہ میں رہ گئے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اُسامہ رضہ کے لشکر میں تمام بڑے بڑے صحابہ شریک تھے۔ یعنی حضرت عباس رضہ اور عثمان رضہ و حضرت علی رضہ وغیرہ۔

چوتھی فصل

مُرتدین کا استیصال

حضور صلعم کی وفات کے بعد دینِ اسلام جس مصیبت میں مبتلا ہوا تھا اگر حضرت ابوبکر رضہ کا عزمِ راسخ اس کا تدارک نہ کرتا تو یقیناً دین کی قوت پاش پاش ہو جاتی اور مسلمانوں کی طاقت اور اتحاد کا خاتمہ ہو جاتا

واقعہ یہ ہوا کہ حضورؐ کی وفات کی خبر پھیلتے ہی عرب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی۔ اور دینِ اسلام کے اصُول سے انحراف کا جذبہ روز بروز قوت حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مکہ میں قریش کے سوا۔ اور طائف میں قبیلہ ثقیف کے سوا مدینہ سے باہر کے مقامات میں دینِ الٰہی پر مضبوطی سے قائم رہنے والا کوئی باقی نہ رہا۔

اس فتنہ میں جو لوگ مبتلا ہوئے تھے۔ وہ دو قسم کے تھے۔ ایک تو وہ تھے جو دینِ اسلام سے بالکل منحرف ہوگئے تھے۔ ان لوگوں میں قبائل بنو طے۔ بنو اسد۔ غطفان۔ بنو حنیفہ۔ اور قبائل یمن تھے۔ پھر ان میں سے غطفان و طلیحہ خویلد اسدی مدعیٔ نبوت کے گروہ میں شامل ہوگئے تھے۔ بنو حنیفہ مسلیمہ کذاب مدعیٔ نبوت کے ساتھ تھے۔ اور یمن کے لوگ اسود عنسی مدعیٔ نبوت کے پیرو تھے۔ اور دوسری قسم کے لوگ وہ تھے جنہوں نے دینِ اسلام کے اصُولوں میں سے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان میں بنو تمیم تھے جن کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ اور بنو ہوازن وغیرہ۔

ان لوگوں کے ارتداد اور فتنہ برپا کرنے کی خبریں چاروں طرف سے مدینہ میں آرہی تھیں لیکن حضرت ابوبکرؓ خاموشی سے لشکرِ اسامہؓ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ارادہ یہ تھا کہ مرتدین سے جنگ کی جائے اور جب تک وہ راہِ راست پر نہ آجائیں۔ برابر ان سے جہاد جاری رکھا جائے۔

ابھی لشکرِ اسامہؓ واپس نہ آیا تھا۔ کہ قسمِ دوئم کے لوگوں کے وفود

جنگی تیاری کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں پہونچے۔ اور مقامات ابرق و ذی القصہ میں پڑاؤ ڈالا۔ ان میں سے چند لوگ حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کرنے اور مسلمانوں کی حالت دیکھنے مدینہ میں آئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "ہم سے نماز پڑھوا لو۔ اور زکوٰۃ معاف کردو"۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی یہ خواہش سُنکر صحابہؓ کو جمع کیا۔ اور مشورہ طلب کیا۔ تمام صحابہ نے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ یہ مشورہ دیا کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور تالیفِ قلوب کا سلوک کیا جائے۔ مصلحتِ وقت یہی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ مشورہ سُنکر حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"عمرؓ! زمانۂ جاہلیت میں تو تم بڑے سخت اور سرکش تھے۔ اسلام قبول کرکے کیا تم ذلیل و خوار ہو گئے۔ یاد رکھو! وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اور دین کامل ہو چکا ہے۔ کیا میری زندگی میں دین کے اندر کمی کی جائے گی۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم! اگر فرض زکوٰۃ میں سے کوئی شخص رسّی کا ایک ٹکڑا۔ یا رسّی میں بندھا ہوا ایک جانور بھی دینے سے انکار کریگا۔ تو میں اس سے ضرور جہاد کروں گا"۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ کلام سُن کر ان کے منکشف ہو گیا کہ خدا نے ابوبکرؓ کے دل کو جہاد کے لئے کھول دیا ہے۔ حضرت علیؓ [illegible] واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ [illegible] والوں کو

کے معنے ہیں نہ صرف نماز بلکہ تمام ارکانِ دین کی توہین۔ اور ایسی حالت میں منکرینِ زکوٰۃ سے لڑنا جائز ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو جہاد سے باز رکھنے کا ارادہ پاکر عرض کیا کہ "ابوبکرؓ تم ان لوگوں (یعنی منکرینِ زکوٰۃ) سے کیونکر لڑنے کی جرأت کرتے ہو جبکہ حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ مجھکو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اعتراف نہ کریں میں برابر ان سے لڑتا رہوں۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا۔ اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو بچا لیا" حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور لڑونگا۔ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے۔ یا دونوں کو دو جدا جدا چیزیں سمجھتے ہیں۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے جسطرح نماز جان کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر لوگ اس جانور کو دینے سے انکار کرینگے جو حضور کے عہد میں دیا کرتے تھے۔ تو میں انکے انکار کرنے پر ضرور ان سے لڑونگا"

غرض یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے وفود کو واپس کردیا۔ اور جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ حالات اگرچہ انتہا درجہ کے خطرناک تھے۔ مدینہ کی طاقت کمزور تھی۔ اور دشمنانِ اسلام طاقتور اور ہوشیار تھے۔ اور جب ابوبکرؓ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور خدا کے آسرے پر رکھا جاتا تھا وہ اپنے ارادہ پر قائم تھے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم — تم خدا کی مدد کروگے۔ تو خدا تمہاری بھی مدد کریگا اور تمکو ثابت قدم رکھیگا۔

اب ان جنگوں کے حالات تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔ جو حضرت ابوبکر رضؓ نے مرتدین سے کیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ انسان جب اپنے پروردگار پر اعتماد کر لیتا ہے۔ تو کامیابی اس کے قدموں کو چومتی ہے۔ مصائب میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور مزاحمتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا علم بھی ہو جائے کہ اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی حالت ان کبریوں سے زیادہ مشابہ تھی جو تاریک رات میں بارش کے اندر رہ گئی ہوں۔ خلیفۂ رسول اللہؐ حضرت ابوبکر رضؓ نے کن تدابیر سے کام لیا۔ اور مسلمانوں کے اقبال کے آفتاب کو گہن میں جانے سے بچا لیا۔

قبائل عبس و ذبیان کی سرکوبی

حضرت ابوبکر رضؓ لشکر اسامہ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ قبائل عبس و ذبیان کے لوگ جو نجد کے اس علاقہ میں رہتے تھے جو وادی قرنی اور جبل طے سے ملا ہوا ہے۔ مدینہ کے قریب پہنچے۔ اور ان میں سے بعض نے ابرق پر پڑاؤ ڈالا۔ اور بعض نے ذی القصہ میں۔ یہ مقامات مدینہ کے شمال میں نجد کی جانب دو گاؤں ہیں پھر ان لوگوں میں قبائل بنو اسد اور کنانہ وغیرہ کے لوگ بھی آکر شامل ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کے وفود کو ناکام واپس کر دینے کے بعد ان کے شبخون سے محفوظ رہنے کے لئے مدینہ کے اہم مقامات پر حضرت علی رضؓ طلحہ رضؓ زبیر رضؓ اور عبداللہ بن مسعود رضؓ کو مقرر کیا۔ اور مدینہ والوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں جمع رہیں۔

قبائل مذکور کے وفد نے واپس جاکر حقیقت حال بیان کی اور قبائل کے لوگ یہ معلوم کرکے کہ مدینہ میں آدمیوں اور سامان کی کمی ہے۔ مدینہ کی طرف رُخ پھیر دیا۔ جو لوگ ناکوں پر حفاظت کے لئے مقرر تھے انہوں نے قبائل کی پیش قدمی سے حضرت ابوبکر رضؓ کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور مسلمانوں کی جمعیت کو لیکر مدینہ سے باہر نکلے قبائل کے لوگوں نے مسلمانوں کو تیار دیکھ کر بھاگنا شروع کیا۔ اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب مقام ذی خشب تک کیا جو مدینہ کے قریب ایک وادی ہے۔

ذی خشب کے مقام پر پہنچکر مسلمان رُک گئے۔ اُدھر مرتد قبائل نے یہ حرکت کی کہ دوسرے راستے سے بانسری اور دف بجاتے آئے اور مشکوں کو جن میں ہوا بھری ہوئی تھی۔ زمین پر لڑھکا دیا۔ ان حرکات سے مسلمانوں کے اونٹ بھڑک گئے۔ اور مدینہ کی طرف بھاگ چھوٹے مسلمانوں نے ہر چند اونٹوں کو روکنے اور ان کا رُخ پھیرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے اور اونٹوں نے مدینہ ہی میں پہونچکر دم لیا۔

دوسرا حملہ قبائل پر حضرت ابوبکر رضؓ نے طلوع آفتاب سے پہلے کیا۔ اور یہ حملہ اس قدر کامیاب رہا کہ مسلمان مرتدین کے بالکل سر پر پہنچ گئے۔ اس وقت ان کو خبر ہوئی۔ دشمن اس حملہ کی تاب نہ لاسکا۔ اور سراسیمہ ہوکر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے ذی القصہ تک ان کا تعاقب کیا اور ذی القصہ کو قبائل سے پاک کرکے وہاں نعمان بن مقرن کو

مقرر کیا اور خود مدینہ چلے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی واپسی کے بعد قبائل مذکورہ نے نعمان بن مقران کی جماعت پر حملہ کیا۔ اور جس قدر مال غنیمت وہاں موجود تھا۔ لوٹ لیا۔ اور مسلمانوں کو قتل کرڈالا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب اسکی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے قسم کھاکر کہا کہ "جتنے مسلمانوں کو مارا گیا ہے۔ جب تک اتنے ہی مرتدین کو قتل نہ کرلوں گا۔ چین سے نہ بیٹھوں گا۔"

حملہ کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ حضرت اسامہؓ کا لشکر واپس آگیا۔ اور کافی مال غنیمت لایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ان کی فوج کے ساتھ مدینہ میں چھوڑا۔ اور خود مجاہدین کی جمعیت کو لیکر ذی خشب اور ذی القصہ کی جانب بڑھے۔ ربذہ کے مقام پر پہنچکر وہاں کے مرتدین پر حملہ کیا۔ اور شکست دیکر ان کو بھگادیا۔ پھر ذبیان کے مرتدین کو شکست دی اور اسکے سارے علاقہ کو مجاہدین کے جانوروں کی چراگاہ بنادیا۔ اسیطرح ابرق کے مقام پر حملہ کیا۔ اور مرتدین کے بہت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ابرق پر قبضہ کرلیا۔ اور اسکے بعد مدینہ واپس تشریف لائے

مرتدین عرب کے استیصال کیلئے لشکر کی روانگی

جب مدینہ کے اطراف مرتدین کے قبائل سے پاک ہوگئے۔ اور مسلمانوں نے اس علاقہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے بیرونی مقامات کے مرتدین کی سرکوبی کا انتظام شروع کیا۔ اور اسامہؓ کے لشکر کے آرام لے چکنے کے بعد ایکروز تمام

مجاہدین کو لیکر مقام ذی القصہ پر پہنچے۔ اور پڑاؤ ڈال دیا۔
مشورہ کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ نے مرتدین کے استیصال کے لئے گیارہ جھنڈے گیارہ امیروں کو سپرد کئے۔ اور مناسب تعداد میں فوج دے کر مختلف مقامات کی جانب ان کو روانہ کیا۔ ان لشکروں کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) سیف اللہ خالد بن ولید رضؓ۔ ان کو طلیحہ بن خویلد اسدی مدعی نبوت کے مقابلہ پر بزاخہ کی جانب روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جب وہ اس مہم سے فارغ ہو جائیں۔ تو مقام بطاح میں مالک بن نویرہ کے مقابلہ پر چلے جائیں۔

(۲) عکرمہ رضؓ بن ابی جہل۔ ان کو مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کے مقابلہ پر یمامہ کی جانب روانہ کیا گیا۔

(۳) شرحبیل رضؓ بن حسنہ۔ ان کو عکرمہ رضؓ کی مدد کے لئے عکرمہ رضؓ کے عقب میں روانہ کیا گیا۔

(۴) مہاجر بن ابی امیہ۔ ان کو اسود عنسی مدعی نبوت کے متبعین کی جانب روانہ کیا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ اس مہم سے فراغت کر کے قوم ابناء کی مدد کریں۔ اور پھر کندہ کی جانب چلے جائیں۔ قوم ابناء جس کی اعانت کی ہدایت کی گئی تھی فارسی قوم تھی۔ جو یمن کے مقام صنعاء میں رہتی ہیں۔

(۵) حذیفہ بن محصن غلفانی۔ ان کو عمان کے شہر دبّا کی طرف روانہ کیا گیا۔

(۶) عرفجہ بن ہرثمہ۔ ان کو باشندگان مہرہ کی جانب روانہ کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ تم اور حذیفہ دونوں ملکر کام کرو۔ اور ان میں سے جو شخص جس کے علاقہ میں قیام پذیر ہو۔ اُس کو اپنا امیر مانے۔

(۷) سوید بن مقرن۔ ان کو تہامہ یمن کی جانب روانہ کیا گیا۔

(۸) علاء بن الحضرمی۔ ان کو بحرین کی جانب روانہ کیا گیا۔

(۹) طریفہ بن حاجز۔ ان کو قبائل بنو سلیم اور جو لوگ قبیلہ بنو ہوازن میں سے ان کے ساتھ ہو۔ ان کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔

(۱۰) عمرو بن العاص رضہ۔ ان کو بنو قضاعہ کی طرف روانہ کیا گیا۔

(۱۱) خالد بن سعید بن العاص۔ ان کو مشارف شام کی جانب روانہ کیا گیا۔

امراء لشکر اور مرتدین کے نام فرامین اور اعلانات

مذکورہ بالا لشکروں کو روانہ کرتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ان میں سے ہر ایک افسر کو ایک فرمان یا ہدایت نامہ مرحمت فرمایا جس کا مضمون یہ تھا۔

"یہ ہدایت نامہ خلیفہ رسول اللہ ابوبکر رضہ کی طرف سے اُس فوجی افسر کے نام ہے جس کو مرتدین سے لڑنے کے لئے [illegible] کیا جاتا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ تم اپنے تمام کاموں میں [illegible] وہ ظاہری ہوں۔ یا مخفی۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ خدا کے [illegible] کو پوری کوشش سے انجام دو۔ اور ان لوگوں سے [illegible] جو اسلام سے پھر گئے ہیں۔ اور شیطانی آرزوؤں [illegible]

کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔ اوّل اتمام حجت کے لئے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں۔ تو پھر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ اور اگر اسلام کو قبول نہ کریں۔ تو پھر ان پر مسلسل حملے کئے جائیں۔ یہاں تک کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں۔ پھر ان کو اُن امور سے آگاہ کیا جائے۔ جو بحیثیت مسلمان ہونے کے ان پر فرض ہیں۔ اور ان کے وہ حقوق بھی بتا دیئے جائیں۔ جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں پر ان کے ہیں جو چیز ان پر فرض ہے یعنی زکوٰۃ ان سے لی جائے۔ اور ان کے جو حقوق ہیں وہ ادا کئے جائیں۔ اور ان امور میں کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے۔ اور ہم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مسلمان جب اپنے دشمنوں سے لڑیں یا لڑنے کا ارادہ کریں تو ان کو لڑنے سے نہ روکا جائے پھر جو دشمن اسلام خدا کے حکم کو مان لے اور فرائض اسلام کو ادا کرنے کا عہد کرے۔ اس کے اعتراف کو قبول کرلیا جائے۔ اور ارکان و فرائض اسلام کے ادا کرنے میں اس کی مدد کی جائے۔ اور جو شخص احکام الٰہی کی بجا آوری کا اعتراف کرکے پھر اللہ کے ساتھ کفر کرے۔ اس سے مسلمانوں کو دوبارہ لڑنا چاہئیے۔ اس کے بعد اگر وہ پھر اسلام قبول کرلے تو اس سے باز پرس نہیں ہوگی۔ اور اس کا حساب

اللہ کے ذمہ ہوگا۔ (اس لئے کہ دلوں کا حال تو وہی جانتا ہے) اور جو شخص اس کے بعد بھی اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کردیا جائے[۲۹]۔ اور اگر بھاگ جائے تو اس کا تعاقب کیا جائے کوئی شخص خواہ کیسی ہی کوئی چیز دے۔ اللہ اُس کو اسلام کے مقابلہ میں قبول نہیں کرے گا۔ پس اسلام کے معاوضہ میں کسی سے کوئی چیز نہ لی جائے۔ اور منکرین سے ہر حال میں جنگ کی جائے۔ جب تک وہ راہ راست پر نہ آجائیں پھر جب خداوند تعالیٰ کافروں پر غلبہ مرحمت فرمائے یعنی کافر مغلوب ہو جائیں۔ تو ان سب کو جو قبضہ میں آجائیں قتل کردیا جائے۔ اور جو مال جنگ میں ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیجا جائے۔ اور بقیہ کو مجاہدین پر تقسیم کیا جائے۔ اور یہ تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اپنے ہمراہیوں یعنی ماتحت سپاہیوں کو کاموں میں جلدی کرنے اور فساد برپا کرنے سے روکو۔ اور کسی غیر آدمی کو ان کے پاس نہ آنے دو۔ جب تک کہ تم ان کو شناخت نہ کرلو۔ اور ان کی نسبت یہ معلوم نہ کرلو کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ جاسوس ہوں اور مسلمانوں نے ان کو نہ بلایا ہو۔ اور روانگی اور قیام میں تم مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور ہمدردی سے کام لو اور اخلاق و ملائمت سے تم ان کے ساتھ گفتگو کرو۔"

۲۹۔ اور جہاں کہیں بھی ہو اس سے جنگ کیا جائے

اور فوج کی روانگی سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے مرتدین عرب کے نام بھی ایک اعلان روانہ کیا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"یہ ہدایت نامہ ہے خلیفۂ رسول اللہ ابوبکر صدیق رضہ کی طرف سے ان لوگوں کے نام جن کو یہ ملے۔ خواہ وہ خاص اشخاص میں سے ہوں یا عوام میں سے۔ اسلام پر قائم ہوں۔ یا اسلام سے پھر گئے ہوں سلام ہے اُس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہے۔ اور ہدایت پانے کے بعد نہ تو گمراہ ہوا۔ اور نہ خواہش نفس کا غلام بنا۔ میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود عبادت کے قابل نہیں ہے۔ اور اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اور محمدؐ خدا کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اور محمدؐ جو چیز لائے ہیں میں اُس پر ایمان رکھتا ہوں۔ لوگو! خدا نے محمدؐ کو حق بات دیکر اپنی مخلوق کے پاس اپنا بشیر و نذیر یعنے رسول بنا کر بھیجا تھا محمدؐ نے خدا کے حکم سے لوگوں کو دین الٰہی کی دعوت دی۔ زندہ قلوب نے دعوت کو قبول کرلیا۔ اور کافروں کے حق میں اللہ کا قول پورا ہوا۔ یعنے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی پھر جن لوگوں نے اسلام سے انکار کیا تھا۔ خدا کے رسولؐ نے خدا کے حکم سے ان سے جنگ کی۔ اور وہ برضا و رغبت

باجبر و اکراہ سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور اس کے
بعد محمدؐ نے وفات پائی۔ محمدؐ خدا کے ایسے ہی ایک
رسول تھے۔ جیسے کہ اور رسول آپ سے پہلے دُنیا میں
آئے تھے۔ اور اپنا فرض ادا کرکے چلے گئے تھے۔ اگر
محمدؐ وفات پا جائیں۔ یا قتل کر دیئے جائیں۔ تو کیا تم
اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ جو شخص ایسا کرے گا۔ وہ
خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور شاکر گذار بندوں
کو خدا عنقریب اجر رحمت فرمائے گا۔ تم لوگوں میں سے
ان کا حال مجھکو معلوم ہوا جو اسلام لانے کے بعد
اسلام سے پھر گئے ہیں۔ ان مرتدین نے اپنے تکبر و
جہالت سے اللہ کو نہیں پہچانا۔ اور شیطان کی باتوں
کو مان لیا شیطان بلاشبہ انسان کا دشمن ہے۔
جو اپنی طرف لوگوں کو جہنم بھرنے کے لئے بلاتا ہے۔ لوگو!
میں تمہارے پاس مہاجرین اور انصار کی فوج کا افسر بنا کر
فلاں شخص کو بھیجتا ہوں میں نے اس کو یہ حکم دیا ہے کہ جب
تک وہ لوگوں کو اللہ کی طرف نہ بلائے اسوقت تک
نہ تو کسی سے لڑے۔ اور نہ کسی کو قتل کرے پس تمکو چاہئے کہ تم ہمارے
فوجی افسر کی دعوت کو قبول کرو اور دین الٰہی میں داخل ہو جاؤ۔ جو شخص
ایسا کریگا اور پھر اعمال صالحہ کریگا۔ اُسکے اعتراف کو قبول کر لیا

جائیگا۔ اور اس کی مدد کی جائے گی۔ اور جو شخص انکار کریگا اُس سے جنگ کی جائیگی۔ اور میں نے اپنے قاصد کو جو یہ ہدایت نامہ لیکر تمہارے پاس آیا ہے۔ حکم دیا ہے کہ وہ میرے اعلان کو تمہارے مجمع میں پڑھے اور اذان دیکر تم کو اعلان سُننے کے لئے بلائے پس جب تم مسلمانوں کی اذان سنو۔ تو جواب میں تم بھی اذان کہو۔ تمہاری اذان سُن کر وہ تمہارے درپے نہ ہوں گے۔ اور میں نے قاصد یا فوجی افسروں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر اذان کے جواب میں لوگ اذان نہ دیں۔ تو اُن سے اس کا سبب دریافت کریں۔ اگر وہ اذان دینے سے انکار کریں۔ تو فوراً اُن کو قتل کر دیا جائے۔ اور اگر وہ اپنے قصور کا اعتراف اور توبہ کریں۔ تو اُن کے اعتراف کو قبول کر لیا جائے۔

طلیحہ سے خالد بن ولیدؓ کا مقابلہ طلیحہ ایک کاہن تھا یعنی غیب کی خبریں بتانے کا پیشہ کرتا تھا۔ جیسا کہ آج کل فال کھولنے اور تعویذ گنڈوں کے کرنے والے لوگ ہیں۔ حضورؐ کی زندگی میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بنو اسرائیل (یہود) کے بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اور اس نے مقام سمیرا کو جو نجد کے مشرق میں عراق سے ملا ہوا قبائل بنو اسد کا علاقہ تھا۔ اپنا مرکز قرار دیا۔ حضورؐ نے اس کے دعوئ نبوت کی خبر سُن کر ضرار بن ازور اسدی کو مجاہدین کی ایک جمعیت دیکر اسکے مقابلہ پر بھیجا۔ ضرار بن ازورؓ اس پر حملہ کا انتظام ہی

کر رہے تھے۔ کہ مدینہ سے حضورؐ کی وفات کی خبر آئی۔ اور طلیحہ کا دعویٰ نبوت
قوت پکڑ گیا۔ قبائل غطفان، ہوازن اور طے حضورؐ کی وفات کی خبر سن کر
جوق جوق آئے اور طلیحہ کی جماعت میں شریک ہو گئے۔ ضرار بن ازورؓ
نے اپنی قوت کو کمزور پایا۔ اور مدینہ کو واپس چلے گئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے گیارہ لشکر ترتیب دے کر جب فوجوں کو مرتدین
کے استیصال کے لیئے روانہ کیا۔ تو عرب کے مشہور فوجی افسر خالد بن ولیدؓ
کو طلیحہ سے مقابلہ کرنے کی خدمت سپرد کی۔ حضرت خالدؓ کے لشکر میں
حاتم طائی کے بیٹے عدی رضؓ بھی تھے۔ جن کے قبیلہ بنو طے کے لوگ
مرتد ہو کر طلیحہ کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ جب مدینہ سے خالدؓ
کا لشکر روانہ ہونے لگا۔ تو عدی رضؓ نے ان سے عرض کیا: کہ مجھ کو آگے جانے
کی اجازت دیدی جائے۔ تاکہ میں اپنی قوم کے لوگوں کو راہِ راست
پر لے آنے کی کوشش کروں۔ حضرت خالدؓ نے ان کو اجازت
دیدی۔ اور وہ لشکرِ اسلام سے روانہ ہو کر اپنی قوم میں پہنچے۔ اور اسلام
قبول کر لینے کی ہدایت کی۔ بنو طے نے ان کی خواہش کے موافق اسلام
قبول کر لیا۔ اور طلیحہ کی جماعت سے جدا ہو کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔ عدیؓ
نے قبیلہ جدیلہ کے لوگوں کو بھی جو طلیحہ کے ساتھ تھے۔ اسلام کی طرف
بلایا۔ اور وہ بھی دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ادھر تو یہ کارروائی
ہوئی۔ اور ادھر سے حضرت خالدؓ کا لشکر آگیا۔ اور جدیلہ و طے
کے لوگوں کو ساتھ لیکر آگے بڑھا۔

بزاخہ کے مقام پر حضرت خالدؓ کے لشکر کا مقابلہ طلیحہ کے لوگوں سے ہوا۔ اور سخت ترین جنگ ہوئی۔ جس میں مرتدین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور مسلمانوں نے پیہم حملوں سے اُن کی ہمت توڑ دی۔ طلیحہ نے جب دیکھا کہ جنگ کا رُخ بدلا ہوا ہے اور اس کے بیرو بھاگنے والے ہیں۔ تو اُس نے جنگ پر فرار کو ترجیح دی۔ اور اُن گھوڑوں میں سے جو پہلے سے تیار کھڑے تھے۔ ایک پر اپنی بیوی کو سوار کیا۔ اور ایک پر خود سوار ہُوا۔ اور شام کی طرف بھاگ گیا۔ اور اس کے فرار ہوتے ہی اس کا لشکر بھی بھاگ کھڑا ہُوا۔ اور مسلمانوں نے شاندار فتح پائی۔ طلیحہ کی جماعت میں غطفان اور ہوازن وغیرہ قبائل کے جو لوگ شریک تھے۔ وہ وہی تھے۔ جو مدینہ کے اطراف سے شکست کھا کر بھاگے تھے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد طلیحہ کو یہ معلوم ہُوا کہ قبائل اسد اور غطفان دوبارہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ تو اُس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کی ذات سے عراق کی جنگوں میں مسلمانوں کو بہت فائدہ پہونچا۔ یعنی اس نے عراق کے معرکوں میں شاندار فوجی خدمات انجام دیں اور فتوحات میں بڑا حصہ لیا۔

سلمیٰ بنت مالک سے حضرت خالدؓ کا مقابلہ

طلیحہ کے پیرو جب شکست کھا کر بھاگے تو قبائل غطفان وہاں سے نکل کر سلمیٰ بنت مالک کے پاس چلے گئے جو مقام حواب میں دوسرے قبائل کو لئے پڑی تھی۔ حضرت خالدؓ نے ان کا تعاقب کیا اور

سلمیٰ کے ماتحت جس قدر مرتد قبائل تھے۔ اُن کی سرکوبی بھی اس علاقہ کو مرتدین سے پاک وصاف کردینے کے لئے ضروری سمجھی۔

سلمیٰ بنتِ مالک حضورؐ کی زندگی میں گرفتار ہوکر مدینہ آئی تھی اور حضرت عائشہ رضؓ کی تحریک سے حضورؐ نے اس کو آزاد کردیا تھا لیکن یہ اپنی قوم میں پہنچکر مرتد ہوگئی۔ اور حضورؐ کی وفات کے بعد مرتدین نے اس کو اپنا پیشوا بنالیا۔

خالدرضؓ مجاہدینِ اسلام کو لیکر غطفان کا تعاقب کرتے ہوئے جواب میں پہونچے۔ اور سلمیٰ کے ماتحت قبائل پر حملہ کیا سلمیٰ اونٹ پر سوار تھی۔ تو یکایک کسی مسلمان نے اس کے اونٹ پر حملہ کیا اور اسکو گرادیا سلمیٰ اونٹ سے گرپڑی۔ اور مسلمانوں نے اسکی گردن اُتارلی۔ جب اس کے قبائل نے یہ حال دیکھا۔ تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں نے بہت سے مرتدین کو بھاگتے ہوئے تلواروں پر رکھ لیا۔

طلیحہ اور سلمیٰ کے ماتحت قبائل میں سے جب قبیلہ بنو عامر کے لوگوں نے قبائل اسد اور غطفان کے انجام کو دیکھا۔ تو وہ امن حاصل کرنے کیلئے حضرت خالدرضؓ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اور عرض کیا کہ ہم اُسی دین میں داخل ہوتے ہیں جس سے پھر گئے تھے۔ اور اللہ و رسول پر ایمان لاتے ہیں حضرت خالدرضؓ نے اُن کی درخواست کو قبول کیا۔ اور ان سے اُن کی عورتوں اور بچوں سے اس امر کا عہد لیا کہ وہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے۔

کو جب ان کی آمد کی خبر ملی۔ تو اُس نے اپنے ماتحت لوگوں کو حکم دیا کہ وہ متفرق مقامات پر چلے جائیں۔ چنانچہ وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ خالد رضؓ نے بطاح پہونچکر جب مالک بن نویرہ اور اُسکے ہمراہیوں کو نہ پایا۔ تو اُن کی تلاش میں چاروں طرف سپاہیوں کو روانہ کیا۔ چنانچہ یہ سپاہی بہت سے مرتدین کو پکڑ لائے جن میں مالک بن نویرہ بھی تھا۔ خالد رضؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کرا دیا۔ اور اسکی بیوی سے نکاح کر لیا۔[1]

حضرت خالد رضؓ کے لشکر میں حضرت ابو قتادہ رضؓ بھی تھے۔ اُنھوں نے مالک بن نویرہ کے قتل کو حضرت ابوبکر رضؓ کے حکم کے خلاف بتایا۔ اور ناراض ہو کر مدینہ چلے گئے۔ مدینہ میں جب عمر فاروق رضؓ کو واقعہ کی کیفیت معلوم ہوئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضؓ سے کہا۔ خالد رضؓ سے

[1] ۔ ابن خلدون نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے نکاح کے واقعہ کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ واقعہ مستند ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچا۔ اوّل تو مورخین کا یہ بیان کرنا کہ خالد رضؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کرکے فوراً اس کی بیوی سے نکاح کر لیا غیر معتبر ہے۔ اسلئے کہ ایام عدت میں خالد رضؓ جیسا شخص حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد میں نکاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو ضرور واقعہ یہ ہوگا کہ مالک بن نویرہ نے جاہلیت کی رسم کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دیکر گھر میں قید کر رکھا ہوگا۔ اور خالد رضؓ نے اس حقیقت سے واقف ہو کر نکاح کیا ہوگا۔ اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ بعد [illegible] بیان اور یہ بڑی [illegible] حضرت خالد رضؓ [illegible]

مالک بن نویرہ کے قتل کا بدلہ لیا جائے حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ خالد رضؓ سے تاویل میں غلطی ہوئی ہے۔ اسلئے میں اس معمولی غلطی کے عوض میں اس تلوار کو جس کو اللہ نے بلند کیا ہے۔ نیام میں نہیں ڈال سکتا تم اپنی زبان بند کر لو۔ اس کے بعد مالک بن نویرہ کے قتل کا خون بہا حضرت ابوبکر رضؓ نے ادا کیا۔ اور ابو قتادہ رضؓ پر فوجی نظام کی خلاف ورزی کا جرم لگا کر ان کو سخت سست کہا۔ اور واپسی کا حکم دیدیا۔

مسیلمہ کذاب سے مسلمانوں کا مقابلہ

یمامہ کا قبیلہ بنو حنیفہ حضورؐ کی زندگی میں مسلمان ہو چکا تھا۔ اور ان کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا مسیلمہ نے مدینہ میں پہنچکر لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ اگر محمدؐ اپنے بعد مجھکو نبوت دیدیں۔ تو میں ان کا اتباع کروں" حضورؐ کو اسکی خبر ہوئی۔ تو آپ ثابت بن قیس بن شماس کو ساتھ لیکر مسیلمہ کی قیامگاہ پر تشریف لائے اسوقت آپکے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ حضورؐ نے مسیلمہ کو مخاطب کر کے کہا "اگر تو مجھ سے اس ٹہنی کو بھی مانگے تو میں تجھکو نہ دونگا۔ خدا کا حکم تیری بابت پورا ہوگا۔ اور اسلام نہ قبول کرنے پر اللہ تیری جڑ کاٹ دیگا۔ میں نے تیری نسبت جو کچھ دیکھا ہے۔ وہ میرے سامنے ہے" اسکے بعد آپ نے فرمایا "یہ ثابت بن قیس موجود ہیں تجھکو تیری باتوں کا جواب دینگے" اور اسکے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے ایک موقع پر حضرت ابوہریرہ رضؓ سے پوچھا۔

"حضورؐ نے مسیلمہ کذاب کی بابت کیا دیکھا تھا۔ ابوہریرہ رضؓ نے
حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ میں سو رہا تھا کہ خواب میں میں نے اپنے ہاتھوں
میں سونے کے دو کنگن پڑے ہوئے دیکھے۔ میں ان کو دیکھ کر گھبرایا۔ خواب ہی
میں وحی کے ذریعہ مجھکو بتایا گیا کہ میں ان کنگنوں پر پھونک ماروں۔ میں نے
پھونک ماری تو دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ قرار دی کہ
دو کذاب پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک کذاب اسود عنسی پیدا
ہوا۔ اور دوسرا مسیلمہ بنو حنیفہ کے ساتھ واپس ہو کر جب مسیلمہ یمامہ
واقع نجد میں پہونچا۔ جو نجد و بحرین کے درمیان واقع ہے۔ تو اس نے
نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور لوگوں سے بیان کیا کہ محمدؐ نے مجھکو اپنی نبوت
میں شریک کر لیا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اور اس کی قوم
کے بہت سے لوگ بھی اس کے مطیع ہو گئے۔ اسکے بعد مسیلمہ نے حضورؐ کو یہ خط لکھا

"خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ کے نام
تم پر سلام۔ میں نبوت کے معاملے میں تمہارا شریک ہو گیا ہوں۔
آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی ہے۔ مگر قریش انصاف پسند
لوگ نہیں ہیں۔"

حضورؐ نے اسکے جواب میں مسیلمہ کو لکھا۔

"خدا کے رسول (محمدؐ) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام
سلام اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ
زمین کا مالک خدا ہے۔ وہ اپنی زمین کا اپنے بندوں

میں سے جس کو چاہے وارث بنادے۔ اور بہترین انجام
یا آخرت کی آسائش پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔"
طبری مؤرخ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کی حجۃ الوداع سے واپسی
کے بعد کا ہے پھر جب حضورؐ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکرؓ نے
گیارہ فوجیں مرتب کرکے روانہ کیں۔ تو ایک لشکر عکرمہ بن ابی جہل کی
ماتحتی میں مسلیمہ کے مقابلہ پر بھی روانہ کیا۔ اور ان کے پیچھے ان کی مدد
کے لئے دوسرا لشکر شرجیل بن حسنہ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔
حضرت عکرمہؓ نے یمامہ پہونچکر امدادی لشکر کے آنے کا انتظار نہ کیا
اور مسلیمہ پر فتح پانے کا شرف حاصل کرنے کے لئے اپنی ماتحت فوج ہی
سے مسلیمہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ مسلیمہ کی طاقت زبردست تھی عکرمہؓ کا لشکر
اُس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور نقصان اُٹھا کر پیچھے ہٹ گیا حضرت ابوبکرؓ
کو جب اس شکست کی خبر ملی تو وہ عکرمہؓ پر بہت ناراض ہوئے۔ اور
حکم دیا کہ تم مدینہ واپس آنے کے بجائے اہل مہرہ کے مقابلہ پر جاؤ۔
اور حذیفہ و عرفجہ کے ساتھ ملکر باشندگان مہرہ سے جنگ کرو۔ اور جب
اس مہم سے فارغ ہو جاؤ تو مہاجر بن امیہ کے پاس چلے جاؤ۔ اور
اسود عنسی کے لشکر سے جنگ کرو۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خالد
بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ تم مسلیمہ کے مقابلہ پر جاؤ۔ اور اس کے ساتھ
ہی مہاجرین کا ایک بڑا لشکر امدادی مرتب کیا اور خالد بن ولیدؓ کے پاس
بھیجدیا پھر شرجیل بن حسنہ کو جو امدادی لشکر لیکر یمامہ کی طرف گئے تھے۔ یہ

حکم بھیجا کہ خالد رض کے آنے کا انتظار کرو۔ چنانچہ حضرت خالد رض ان تمام لشکروں کو اپنے ماتحت لیکر یمامہ پہونچے۔ مسیلمہ اور قبائل بنو حنیفہ کو جب خالد رض کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی اپنے چالیس ہزار آدمیوں کے لشکر کو لیکر باہر نکلے اور یمامہ کی حدود پر پہونچکر پڑاؤ ڈالا۔

حضرت خالد رض نے اپنی ماتحت فوج کو آگے بڑھایا۔ اور جب مسیلمہ کا لشکر ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو حضرت خالد رض نے شرجیل بن حسنہ کو مقدمتہ الجیش کا افسر بناکر آگے روانہ کیا۔ حضرت شرجیل رض چلے جارہے تھے کہ راستہ میں ان کا مقابلہ ایک چھوٹی سی جماعت سے ہوگیا جس میں پچاس ساٹھ آدمی تھے۔ یہ جماعت بنو تمیم اور بنو عامر کی آبادیوں کی طرف سے آرہی تھی۔ جہاں وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے گئی تھی۔ اس جماعت کا افسر مجاعہ بن مرارہ بنو حنیفہ کا مشہور سردار تھا۔ شرجیل بن حسنہ نے اس جماعت پر حملہ کر دیا۔ اور مجاعہ کے سوا سب کو مار ڈالا۔

جب دونوں لشکر مقابلے میں آگئے تو جنگ شروع ہوگئی فریقین نے جی توڑ کر ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ اور بے جگری سے لڑنے لگے۔ بنو حنیفہ ایک بہادر قوم تھی۔ اور اس جنگ کو قومی جنگ خیال کرتی تھی۔ اس لئے پورے جوش اور طاقت سے وہ مجاہدین اسلام پر حملہ آور ہوئی۔ یہانتک کہ وہ مسلمانوں کو اپنے مسلسل حملوں اور پیہم یورشوں سے دھکیلتی ہوئی حضرت خالد رض کے خیمہ تک پہونچ گئی۔ اور خیمہ کے پاس

پہونچکر چاہا کہ حضرت خالد رض کی بیوی کو نکال لیجائیں لیکن مجاعہ نے جو اس خیمہ میں نظر بند تھا۔ بنو حنیفہ کے لوگوں کو اس حرکت سے باز رکھا اور کہا کہ یہ عورت بہترین آزاد عورت ہے۔ بنو حنیفہ کے حملوں سے بچنے کیلئے جب مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ تو ان پر خدا نے طمانیت و سکون نازل کیا۔ اور حضرت خالد رض نے ان کی ہمتیں بندہائیں نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اب کی مرتبہ بھوکے شیر کی طرح آگے بڑھے اور بنو حنیفہ پر اس قدر سخت حملہ کیا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنے مرکز سے بھی دور ہو گئے۔

یہ حالت دیکھکر حضرت خالد رض نے پھر مسلمانوں کو جوش دلایا اور پوری قوت سے پھر مسلیمہ کے لشکر پر حملہ کیا۔ دیر تک فریقین کے درمیان سخت مقابلہ رہا۔ یہانتک کہ مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلیمہ کے اس باغ میں جس کا نام حدیقۃ الرحمٰن رکھا گیا تھا گھس گئے اور دروازہ کا پھاٹک بند کر لیا۔

مجاہدین اسلام باغ کے پھاٹک پر پہونچے۔ اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو جانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ کہ حضرت براء بن مالک (حضرت انس رض کے بھائی) نے کہا مجھکو اٹھا کر باغ میں پھینک دو میں لڑ کر دروازہ کھول دونگا۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو پھاٹک کے ایک جانب سے باغ کے اندر پھینکدیا۔ حضرت براء رض زمین پر پہونچکر فوراً تیزی سے اٹھے اور دروازہ پر پہونچے۔ اور دربانوں کو قتل کر کے پھاٹک کھولدیا۔

مجاہدین اسلام باغ کے اندر داخل ہو گئے۔ اور دشمنان اسلام کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ لوگ ڈھونڈتے ہوئے مسیلمہ تک پہونچ گئے اور اس کو بھی مار ڈالا مسیلمہ کو دو آدمیوں نے مل کر قتل کیا جن میں ایک حضرت حمزہ رض کا قاتل وحشی تھا۔ اور دوسرا ایک انصاری۔

بنو حنیفہ نے جب دیکھا کہ جنگ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو چکا ہے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ اور جس قدر ان کی زد میں آئے سب کو مار ڈالا۔ مجاعہ نے یہ حالت دیکھ کر حضرت خالد رض سے کہا "خدا کی قسم! ابھی تو تمہارا مقابلہ معمولی لوگوں سے ہوا ہے۔ بہترین لڑنے والے اور قوم کے بہادر تو ابھی قلعوں میں ہیں۔ اگر تم چاہو تو اپنی قوم سے میں تمہاری صلح کرا سکتا ہوں"

حضرت خالد رض اس کے فریب میں آ گئے اور بنو حنیفہ سے مصالحت کرا دینے کی اجازت اس کو دیدی۔ مجاعہ اپنی قوم میں گیا۔ اور قلعوں پر عورتوں اور بچوں کو تلواریں ہاتھ میں دیکر کھڑا کر دیا حضرت خالد رض نے دیکھا۔ اور مجاعہ کے قول کی تصدیق کی۔ مجاعہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہا وہ صرف مال پر صلح ہو سکتی ہے۔ بنو حنیفہ جانوں پر صلح نہ کریں گے۔

حضرت خالد رض نے غور کیا اور مجاہدین کو تھکا ہوا اور اپنی قوت کو کمزور پا کر صلح پر آمادگی ظاہر کر دی۔ واقعہ یہ ہے کہ بنو حنیفہ جیسی بہادر قوم سے لڑنے میں چونکہ مسلمانوں کو غیر معمولی ہمت و جرأت سے کام لینا پڑا تھا

(بنو حنیفہ سے صلح)

اس لئے جنگ کے بعد وہ بہت تھک گئے تھے۔ اور آئندہ جنگ کیلئے
ان کو آرام کی ضرورت تھی۔ اسی کے ساتھ اس جنگ میں مسلمانوں کو نقصان
بھی کافی اٹھانا پڑا تھا یعنی تین سو ساٹھ انصاری اور اسی قدر مہاجرین
اور اتنے ہی لوگ دوسری اقوام کے مارے گئے تھے۔ اور بہت سے
آدمی زخموں سے چور تھے۔ اس بناء پر حضرت خالدؓ نے صلح کو پسند کیا
اور مجاعہ سے اول نصف مال و اسباب زمین مزروعہ و غیر مزروعہ اور
باغات پر صلح کر لینے کی خواہش کی لیکن مجاعہ نے اس کو قبول نہیں
کیا۔ آخر چوتھائی مال و اسباب پر صلح مکمل ہو گئی۔

صلح کے بعد جب قلعوں کو کھولا گیا۔ تو وہاں عورتوں اور بچوں اور
بوڑھوں کے سوا کوئی نظر نہ آیا۔ حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے کہا۔ "
تم نے مجھ کو دھوکا دیا" مجاعہ نے کہا "اگر میں یہ حیلہ نہ کرتا۔ تو میری
قوم میں کسی قسم کی استطاعت باقی نہ رہ جاتی۔ معاف فرمائیے میں نے
اپنی قوم کو ذلت سے بچانے کے لئے ایسا کیا ہے"

صلح کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا فرمان آیا جس میں لکھا تھا کہ بنو حنیفہ
کے ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن حضرت خالدؓ چونکہ صلح کر چکے
تھے۔ اس لئے صلح کے خلاف نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے
بنو حنیفہ کے مسلمانوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔
حضرت ابوبکرؓ نے وفد کے لوگوں سے مسیلمہ کی وحی کی بابت پوچھا جب
لوگوں نے اس کی وحی کے الفاظ سنائے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "

سبحان اللہ! تمہارے حال پر افسوس ہے۔ کیا یہ کلامِ الٰہی ہے۔ یہ تو خدا کے کلام کی شان نہیں رکھتا۔

اسود عنسی کے لشکر پر مجاہدینِ اسلام کا حملہ

یمن فارسی حکومت کے ماتحت تھا۔ اور فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف سے وہاں ایک گورنر رہتا تھا۔ حضورؐ کے عہدِ مبارک میں جب یمن فتح ہوا تو فارسی حکومت کے حاکم باذان کے مسلمان ہو جانے پر حضورؐ نے بدستور اسی کو یمن کا حاکم رکھا۔ جو کچھ عرصہ تک یمن کے دار الحکومت صنعا میں رہا اور یمن کا انتظام کرتا رہا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا۔ تو حضورؐ نے یمن کے صوبہ کو مختلف لوگوں کے انتظام میں دیدیا۔ یعنی صنعا کا حاکم باذان کے بیٹے شہر کو مقرر کیا۔ مارب پر ابو موسیٰ اشعری کو ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی کو۔ عکّہ اور اشعری قبائل پر طاہر بن ابی ہالہ کو۔ نجران۔ زمعہ اور زبید کے درمیانی علاقوں پر خالد بن سعید بن العاص کو۔ نجران پر عمرو بن حزم کو۔ حضرموت پر زیاد بن لبید بیاضی کو۔ قبائل سکاسک اور سکون پر جو حضرموت کے شمال میں رہتے تھے عکاشہ بن ثور کو۔ بنو معاویہ پر مہاجر بن ابی امیہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی کو۔ اور صوبہ کی تمام فوج پر یعلیٰ بن امیہ کو۔ اور صوبہ بھر کے مسلمانوں کی تعلیم پر معاذ بن جبل رضؓ کو۔ ان تمام لوگوں میں سے صرف مہاجر بن ابی امیہ اپنی متعینہ خدمت پر نہ جا سکے تھے۔ اس لیے کہ وہ بیمار تھے۔ اور زیاد بن لبید حضرموت کے علاقہ کا بھی کام کرتے تھے

حضورؐ کے عہدِ مبارک میں یمن کے صوبہ کا کام مذکورۂ بالا حضرات کر رہے تھے کہ قبیلہ عنس کا ایک شخص بغاوت کا علم لیکر کھڑا ہوا۔ اس شخص کا نام عبہلہ تھا۔ ذوالخمار لقب تھا۔ اور اسود کے نام سے مشہور تھا اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قبیلہ مذحج کے لوگ اس کی نبوت کو تسلیم کر کے اسکے ساتھ ہو گئے۔ سب سے پہلے ان لوگوں نے نجران پر حملہ کیا۔ اور اسکے حاکم عمرو بن حزم کو وہاں سے نکال دیا۔ اور پھر نجران۔ زبید اور زبید کے درمیانی علاقہ کے حاکم خالد بن سعید بن العاص کو بھی بے دخل کر کے بھگا دیا۔ یہ دونوں شخص اپنے اپنے علاقوں میں سے بھاگ کر مدینہ میں پہونچ گئے۔ اس کے بعد اسود عنسی نے اپنی قوم کے سات سو آدمیوں کی جمعیت سے صنعا پر حملہ کیا۔ اور شہر بن باذان کو قتل کر کے شہر صنعا پر قبضہ کر لیا۔ اور باذان کی بیوی سے نکاح کر لیا اس کے بعد اسود عنسی جنوبی علاقوں کی طرف بڑھا۔ اور صنعا و حضر موت کے تمام درمیانی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اور یمن میں اس کے اقتدار کی عام شہرت ہو گئی۔ حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو بھاگ کر ابو موسیٰ کے پاس پہونچے اور ان کو ساتھ لیکر حضر موت میں داخل ہو گئے حضرت معاذ رضؓ نے قبیلہ سکاسک میں قیام کیا اور ابو موسیٰ نے قبیلہ سکون میں اور طاہر بن ابی ہالہ بدستور قبائل عک میں مقیم رہے۔

اسود عنسی کی بغاوت اور یمن کے اکثر مقامات پر اسکے قبضہ کی خبر جب حضورؐ کو پہونچی۔ تو حضورؐ نے قبائل ابنا۔ ابو موسیٰ رضؓ معاذ بن جبل رضؓ اور حکم دیدیا کہ ان میں سے ایک شخص کو [illegible] سے جنگ کرو۔ اور اسکو مار ڈالو

خواہ جنگ ہیا۔ یا کسی خاص تدبیر سے حضور صلعم کا یہ حکم پہنچتے ہی قبیلہ ابناء میں سے فیروز اور داؤد۔ یہ دو۲ شخص اسود عنسی کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ اور شہر بن باذان کی بیوی سے جو اس وقت اسود عنسی کے نکاح میں تھی ملکر رات میں اسود عنسی پر حملہ کیا۔ اور اُس کو مار ڈالا قتل کی صبح کو مسلمانوں نے بلند آواز سے اذان کہی جب کو سُن کر اسود عنسی کے ماتحت قبائل کے لوگ گھبرا گئے اور قبیلہ ابناء کے مسلمانوں کے بچوں کو اُن کے گھروں سے نکالا اور لے گئے لیکن گھبراہٹ میں اپنے بچوں کو چھوڑ گئے۔ اس کے بعد اسود عنسی کے لوگوں اور مسلمانوں میں بچوں اور مال کے تبادلہ پر نامہ و پیام ہوتا رہا۔ اور فریقین نے ایکدوسرے کے بچوں کو واپس دیدیا۔

اسود عنسی کے مارے جانے کے بعد اس کی جماعت صنعاء و عدن کے درمیانی علاقوں میں پھرتی رہی۔ اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا حضور صلعم کے مقرر کئے ہوئے عامل پھر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے۔ اور کام کرنے لگے۔ اور چونکہ شہر بن باذان مارا جا چکا تھا۔ اسلئے مشورہ کرکے مسلمانوں نے اس کی جگہ حضرت معاذ بن جبل رض کو مقرر کر دیا۔ اور تمام واقعات کی اطلاع مدینہ میں بھیجدی۔

یمن کا قاصد اُس صبح کو مدینہ پہونچا جس کی شام کو حضور صلعم نے انتقال فرمایا تھا اسلئے اس کو حضرت ابوبکر رض کی خلافت کا معاملہ طے ہونے تک مدینہ میں ٹھہرنا پڑا اور اسکے بعد وہ حضور صلعم کی وفات و حضرت ابوبکر رض کا [illegible]

پہلے قیس بن عبدیغوث نے مرتد ہوکر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور اسود عنسی کے لشکر سے نامہ وپیام شروع کردیا۔ قیس بن عبدیغوث اسود عنسی کے لشکر کا سردار تھا۔ لیکن کسی بات پر اسود عنسی اور اس کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ اور قیس بن عبدیغوث اپنی جان کو خطرہ میں پاکر اسود عنسی کے لشکر سے بھاگ آیا تھا۔ اور اسود عنسی کے قتل کی سازش میں شریک ہوگیا تھا۔

قیس بن عبدیغوث کی تحریک سے اسود عنسی کا لشکر اس سے آملا۔ اور لشکر کے سرداروں نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ سب سے پہلے قبیلہ ابناء کے سرداروں۔ فیروز۔ داؤدیہ اور جشنش کو قتل کیا جائے۔ کہ انہیں کی تدبیروں سے اسود عنسی موت کا شکار ہوا ہے۔ اور ہماری طاقت کو نقصان پہونچا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مذکورہ بالا تینوں اشخاص کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ داؤدیہ تو ان کے فریب میں آگیا۔ اور زہر سے اس کا خاتمہ ہوگیا لیکن فیروز اور جشنش ان کے فریب سے آگاہ ہوگئے۔ اور بھاگ کر نکل آئے۔ اور صنعاء سے چل دیئے۔ قیس کی جماعت نے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ دونوں جبل خولان میں پہونچکر قبیلہ خولان کی پناہ میں داخل ہوگئے۔ جہاں ان کے ماموں تھے۔

اس کے بعد قیس اور اسود عنسی کی جماعت نے صنعاء پر قبضہ کرلیا۔ اور قبیلہ ابناء کے اہل وعیال کو دو حصوں میں تقسیم کرکے باہر بھیجدیا۔ اور حکم دیدیا کہ ان میں سے ایک حصہ کو عدن لیجاکر سمندر پار پہنچا دیا

جائے۔ اور دوسرے حصّہ کو جنگلوں میں چھوڑ دیا جائے۔

فیروز اور خشنش نے تمام واقعات سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضہ نے یمن کے معتمد اور خاص قبائل کو اطلاع دی کہ تم جا کر فیروز اور خشنش کو مدد دو۔ اور فیروز و خشنش کو لکھا کہ عنقریب تمہاری مدد کے لیے لشکر پہنچنے والا ہے۔ فیروز و خشنش نے یہ اطلاع پا کر بنو عقیل بن ربیعہ اور قبائل عکّہ کو جمع کیا۔ اور اِدھر سے دوسرے قبائل مدد کو آگئے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی بتا دینی چاہیئے کہ بنو عقیل بن ربیعہ اور قبائل عکّہ جب اپنے مقامات سے روانہ ہوئے تو راستہ میں ان کا مقابلہ اس جماعت سے ہو گیا جو قبیلہ انبار کے اہل و عیال کو جلا وطن کیئے جانے کے لیئے لے جا رہے تھے۔ بنو ربیعہ اور عکّہ نے اس جماعت پر حملہ کیا اور سب کو قتل کر کے اہل و عیال کو چھین لیا۔ اور پھر سب کو لشکر فیروز کے پاس پہونچ گئے۔

جب فیروز و خشنش کے پاس کافی جمعیت ہو گئی۔ تو وہ آگے بڑھے۔ اور صنعا کے باہر ایک کھلے میدان میں پہونچ کر قیس بن عبد یغوث کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ فریقین کے درمیان سخت مقابلہ ہوا جس کا سلسلہ ایک دن اور ایک رات تک جاری رہا۔ آخر قیس کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا۔

حضرت ابوبکر رضہ نے جو گیارہ لشکر مرتب کر کے مرتدین کے استیصال

کے لیے روانہ کیے تھے۔ ان میں کا ایک لشکر مہاجرین ابی امیہ
میں اسود عنسی کے لشکر سے مقابلہ کرنے اور قبیلۂ ابنا کے
مدد دینے کے لیے یمن کی طرف بھیجا گیا تھا۔ یہ لشکر اس وقت
پہونچا۔ جب فیروز جشنش قیس بن عبد یغوث کو شکست دے
اور اس کے چند روز بعد ہی عکرمہ بن ابی جہل کا وہ لشکر بھی
کی جنگ سے فارغ ہو کر آ گیا جس کو ابتداءً حضرت
مسیلمہ کے مقابلہ پر بھیجا تھا۔ اور مسیلمہ سے شکست پا
حکم دیا تھا کہ اول تم حذیفہ و عرفجہ کے پاس جا کر ا
کرو۔ اور پھر وہاں سے فارغ ہو کر یمن چلے جاؤ۔

ان لشکروں کے یمن پہونچ جانے پر مسلمانوں نے
اور اس کے اور لشکر قیس بن عبد یغوث اور عمرو بن معد
کے لشکر کی طرف بڑھے۔ عمرو بن معدی کرب حضور
مسلمان ہو چکا تھا لیکن اسود عنسی کے دعوے نبو
مرتد ہو گیا تھا۔ اور اسود عنسی کے مارے جانے کے
صنعا کے میدان سے شکست کھا کر بھاگا ہے۔
مدد کے لیے اس کے لشکر میں آ گیا تھا۔ مجاہدین ا
پوری قوت سے قیس بن عبد یغوث اور
کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور شکست فاش دے کر
کر لیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ روانہ

ان دونوں کے حاضر ہونے پر قیس بن عبدیغوث سے فرمایا،
و نے خدا کے بندوں کو قتل کیا۔ اور مومنین کو چھوڑ کر
یا مددگار بنا لیا؟"
داؤدیہ کے قتل سے انکار کیا۔ چونکہ داؤدیہ کے قتل کا کوئی
سکے کہ اس نے خفیہ طور پر اس کو قتل کیا تھا۔ لہٰذا
چنانچہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اسکے
رضا نے عمرو بن معدیکرب سے فرمایا۔
نہیں آتی۔ روزانہ شکستیں کھاتے اور گرفتار ہوتے
یں سے باز نہیں آتے۔ اگر تم دینِ الٰہی کی مدد کرتے
بہت بلند کر دیتا۔"
کرب نے اپنے جرائم کا اقرار کیا۔ اور پھر عہد کیا کہ آئندہ
کے لیے دونوں خلوصِ دل سے مسلمان ہو کر اپنے
آپ چلے آئے۔
ہاجر بن ابی امیہ نے اسود عنسی کے لیے لشکر کی طرف
جہاں اسود عنسی کی جماعتیں بلیں اُن کو تباہ و برباد
یمن کے علاقہ میں ایک شخص بھی مخالف نہ رہا۔
نبوت کے بعد زیادہ زندہ نہ رہا۔ اور اسکے مرنے کے بعد جو
کچھ زیادہ طول نہیں کھینچا۔ صرف چار صحابیہ کی عاد
نے اس فتنہ کا خاتمہ کر دیا۔

مرتدین کندہ کا استیصال

حضرت ابوبکرؓ نے مہاجر بن ابی امیہ کو حکم دیا تھا کہ یمن کی مہم سے فارغ ہو کر کندہ کی طرف جانا۔ اور مرتدین کندہ کا استیصال کر دینا چنانچہ مہاجر یمن کی مہم سے فارغ ہو کر کندہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

قبائل کندہ سے صدقات وصول کرنے پر ان کے قبیلہ کا سردار زیاد مقرر تھا۔ ایک روز زیاد بنو عمرو بن معاویہ قبیلہ کندہ کی ایک شاخ میں زکوٰۃ وصول کرنے گئے۔ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ زیاد نے بنو عمرو کا ایک اونٹ باربرداری کے لئے لے لیا تھا۔ اس پر ایک شورش پسند شخص حارث بن معاویہ نے شور مچا دیا اور لوگوں کو زیاد کی زیادتی دکھلا کر مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ غرض نتیجہ یہ ہوا کہ بنو معاویہ وغیرہ نے صدقات دینے سے انکار کر دیا۔

شرجیل بن اسمط اور اس کے بیٹے نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ زکوٰۃ سے انکار کرنا آزاد النسان اور پھر ایک شریف قوم کے شایان شان نہیں ہے لیکن وہ نہ مانے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر مصر رہے مجبور ہو کر شرجیل اور اس کا بیٹا ان لوگوں سے جدا ہو گئے۔ اور زیاد کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

چند روز بعد کندہ کے بہت سے آدمی اسود عنسی کے پیرو ہو گئے۔ اور اسلام سے پھر گئے۔ یہ حالت دیکھ کر شرجیل نے زیاد سے کہا کہ "فتنہ کھڑا ہو گیا ہے۔ اب خاموشی مناسب نہیں ہے۔ ..."

یہ ہے کہ مرتدین پر شب خون مارا جائے۔ تاکہ افتراق وانشقاق کی لہر
قوم کے اندر دوڑنے نہ پائے۔"

زیاد نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور مسلمانوں کی جمعیت کو فراہم کرکے
مرتدین کے گھروں پر رات کے وقت حملہ کیا۔ اور مار ڈالا۔ مرتدین
یہ خوفناک منظر دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور تمام سامان گھروں میں چھوڑ گئے۔
زیاد نے مال واسباب اور مرتدین کے اہل وعیال پر قبضہ کر لیا۔

زیاد کی جمعیت مال واسباب اور قیدیوں کو لئے ہوئے آ رہی تھی۔
کہ راستہ میں بنو حارث بن معاویہ کی آبادی پڑی۔ اور عورتوں نے
ان سے پکار کے فریاد کی۔ بنو حارث جن میں اشعث بن قیس بھی تھا۔
غضبناک ہو کر دوڑ پڑے اور قیدیوں کو چھڑا کر لے گئے۔ ان کے بعد ارتداد
کا فتنہ عام ہو گیا۔ زیاد نے اپنے آپ کو خطرہ میں پا کر حضرت ابوبکر رض کو
اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر رض نے مہاجر بن ابی امیہ کو ہدایت کر دی تھی۔
کہ یمن سے فارغ ہو کر کندہ کی طرف جاؤ۔ چنانچہ وہ عکرمہ رض کو یمن میں
چھوڑ کر اور مناسب تعداد میں فوج لیکر کندہ پہونچے اور زیاد سے ملکر مرتدین
پر حملہ کا انتظام کیا۔ کندہ میں اسلامی فوج کو تیار پا کر مرتدین نے اشعث
بن قیس کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اور مقابلہ پر آ گئے۔

مہاجر بن ابی امیہ نے مقام محجر الزرقان پر اپنی فوج کو لے جا کر مرتدین پر
حملہ کر دیا۔ فریقین کے درمیان سخت مقابلہ ہوا۔ آخر مہاجرین کے
پیہم حملوں نے بنو عمرو بن معاویہ وغیرہ کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ اور

وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام بقیۃ السیف لوگوں کو قلعہ نجیر میں لے گیا اور قلعہ کا پھاٹک بند کر لیا مسلمانوں نے آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کے بعد مہاجر بن ابی امیہ نے عکرمہ رضؓ کو یمن سے بلا لیا۔ اور محاصرہ کو اور زیادہ سخت کر دیا۔

محاصرہ سے تنگ آکر ایک روز بنو عمرو بن معاویہ قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اس حملہ کا جواب پوری قوت سے دیا۔ اور ایک خونریز معرکہ کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ بنو عمرو بن معاویہ پھر قلعہ کے اندر گھس گئے۔

چند روز کے بعد جب محاصرہ کی شدت نے محصورین کو پریشان کر دیا۔ تو اشعث بن قیس نے صلح کا پیام بھیجا اور لکھا کہ ہم قلعہ کو حوالہ کر دیں گے۔ قوم کے صرف نو سرداروں کو امن دیدیا جائے۔ مہاجر بن ابی امیہ اور زیاد نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور اشعث بن قیس نے قلعہ کے پھاٹک کو کھول دیا۔ پھاٹک کھلتے ہی مسلمان قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اور مرتدین کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ مرتدین کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بقیہ کو گرفتار کر لیا۔ قیدیوں میں صرف عورتوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔

قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس خط کو کھولا گیا جس میں اشعث بن قیس نے ان لوگوں کے نام لکھے تھے جن کے لئے اس نے امن طلب کیا تھا بدقسمتی سے وہ ان ناموں میں اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا۔ جب یہ نام

بڑھ گئے۔ اور ان میں مہاجر بن ابی امیہ نے اشعث کا نام نہ پایا۔ تو اس کو گرفتار کر لیا اور قتل کرنا چاہا۔ لیکن صحابہ نے مہاجر کو اس کے قتل سے روکا اور کہا کہ اس کو حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اشعث کو حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

"اشعث! تو مرتد ہو گیا، مسلمانوں سے لڑا اور خونریزی کی۔ ان جرائم کی سزا صرف قتل ہی ہو سکتی ہے۔"

اشعث نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور عرض کیا "اے خلیفہ رسول اللہ! میں اپنے جرائم سے توبہ کرتا ہوں۔ اور اسلام قبول کرتا ہوں۔" حضرت ابو بکرؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اس کی بیوی اس کو دلوا دی۔ اس کے بعد اشعث بن قیس نے عراق کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دیں۔

عمان کے مرتدین کی سرکوبی

عمان کے باشندے جب حضور صلعم کی زندگی میں اسلام لے آئے۔ تو حضور صلعم نے ان کا حاکم جلندی کے بیٹوں جیفر اور عبد کو بنا دیا۔ جلندی عمان کا ایک ممتاز شخص تھا۔ اور زمانہ جاہلیت سے اس کی نسل تک اقتدار میں مالک ازدی عمان کے ایک رئیس سے چلی آتی تھی۔ جو عمان کا قدیم حکمران تھا۔ حضور کی وفات کے بعد لقیط نے نبوت کا دعویٰ کیا اور عمان کے بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر جلندی کے بیٹوں کو اپنی جان کا خوف ہوا۔ اور وہ پہاڑوں کے اندر چھپ گئے۔ اور ان کے

ے جوش سے لڑ رہے تھے ۔ اور خونریز معرکہ جاری تھا کہ مسلمانوں
ں ضعف کے آثار پیدا ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا لشکر
یں تھا۔ اور لقیط کی فوج بلندی پر۔ جب لقیط نے مسلمانوں
یا یا۔ تو للکار کر فوج کو جوش دلایا۔ خود جھنڈا لیکر آگے بڑھا اور
ج کو بھی آگے بڑھایا۔ مرتدین کے اس سخت حملہ کو مسلمان
کر سکے۔ اور قریب تھا کہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں۔
تعالیٰ نے ان کی مدد کے لئے غیب سے بنو ناجیہ قبائل کا لشکر
یا۔ جو ٹھیک اس وقت میدان میں پہونچا۔ جب مسلمانوں کی
پست ہو چکی تھیں۔ اس لشکر نے پوری قوت سے مرتدین پر حملہ
ر اس کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے اپنے حواس کو درست
یکبارگی حملہ کیا۔ مرتدین اس حملہ کو نہ روک سکے۔ اور بھاگ نکلے
انوں نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ اور بے شمار مرتدین کو کاٹ کر
دیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس حملہ میں دس ہزار مرتدین مارے
۔ اور پچاس ہزار کے قریب مرتدین گرفتار ہوئے۔
فتح حاصل کرنے کے بعد قیدیوں اور مال غنیمت کو فراہم کیا گیا اور
نچواں حصہ اس میں سے نکال کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ مدینہ کو
انہ کر دیا گیا۔ مال غنیمت اور قیدی عرفجہ لے کر مدینہ گئے۔ اور حذیفہ
ان میں انتظام کرنے کے لئے رہ گئے۔ اور عکرمہ حسب ارشاد خلافت کی ہدایت
کے موافق بنو ناجیہ کے لشکر کے ساتھ مہرہ کی جانب روانہ ہوگئے۔

مہرہ کے مرتدین کی سرکوبی

مہرہ کے مرتدین کے استیصال کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے عرفجہ بن ہرثمہ کو لشکر دیکر بھیجا تھا لیکن حذیفہ بن محصن نے عمان کی حالت کو خطرناک پاکر ان کو روک لیا۔ اور پھر عمان کی فتح کے بعد ان کو مدینہ بھیجدیا اس لئے عکرمہ بن ابی جہل دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق مہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مہرہ میں عمان کے بقیۃ السیف مرتدین اور قبائل ازد، عبدالقیس اور بنو سعد کے لوگ تھے۔ اور چونکہ ان میں کوئی بڑا سردار نہ تھا۔ اس لئے آپس میں حکومت کے معاملہ پر جھگڑ رہے تھے۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرتدین کے دو گروہ بن گئے۔ اور ان میں سے ہر گروہ حکومت پر قبضہ کی تدبیریں کرنے لگا۔ اسی حالت میں عکرمہ اپنا لشکر لیکر مہرہ میں پہنچے اور دونوں جماعتوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک جماعت نے اسلام قبول کر لیا۔ اور دوسری نے انکار کر دیا حضرت عکرمہؓ نے اس جماعت کو جو مسلمان ہو گئی تھی اپنے لشکر میں شامل کر لیا اور دوسری جماعت پر حملہ کیا۔ اور شکست فاش دیکر اس کو بھگا دیا مرتدین مہرہ کی شکست اور قتل سے اس علاقہ میں بہترین نتیجہ برآمد ہوا یعنی قریب قریب کی تمام آبادیوں نے ارتداد سے توبہ کی۔ اور دوبارہ اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے حضرت عکرمہؓ نے واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی۔ اور دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق وہ مہاجر بن ابی اُمیّہ کے

پاس یمن چلے گئے۔

بحرین کے مرتدین سے مسلمانوں کا مقابلہ

بحرین ایک مشہور مقام تھا۔ اور وہاں ربیعہ قبائل کی بہت سی شاخیں رہتی تھیں منجملہ ان کے عبدالقیس بن افصیٰ بنو بکر بن وائل بھی تھے۔ حضورؐ کے عہد مبارک میں یہاں کے لوگوں نے ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں بھیجا اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اسکے بعد حضور صلعم نے بحرین کے صدقات وصول کرنے پر منذر بن ساوی کو مقرر کیا تھا۔

حضورؐ کی وفات کے چند روز بعد منذر بن ساوی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور بحرین کے قبائل میں ارتداد کی وبا پھیل گئی۔ بنو بکر بن وائل کے تو تمام لوگ مرتد ہو گئے لیکن عبدالقیس میں سے جو لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ ان کو جارود بن معلے عبدی نے سمجھا بجھا کر پھر اسلام میں داخل کر لیا جس کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضورؐ کی وفات کی خبر پہنچی۔ تو عبدالقیس کے لوگوں نے کہا کہ۔

"اگر محمدؐ نبی ہوتے۔ تو نہ مرتے"

جارود بن معلے نے یہ الفاظ سن کر عبدالقیس کو جمع کیا اور کہا "تم کو معلوم ہے کہ محمدؐ سے پہلے بھی تو خدا نے نبی بھیجے تھے" عبدالقیس کے لوگوں نے کہا "ہاں بھیجے تو" جارود نے کہا "پھر وہ نبی کیا ہوئے" لوگوں نے کہا "مر گئے" جارود نے کہا۔

"جس طرح پہلے انبیاء مر گئے اسی طرح محمدؐ بھی مر گئے۔ اور میں اس
امر کا سچے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود
عبادت کے قابل نہیں۔ اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔"

عبدالقیس کے لوگ یہ سن کر مطمئن ہو گئے۔ دوبارہ اسلام
قبول کر لیا۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

قبائل بنو بکر بن وائل بدستور ارتداد پر قائم رہے۔ اور ان کے سردار
حطم بن ضبیعہ نے مشرکین و مرتدین کی ایک بڑی فوج جمع کر لی اور
مقامات قطیف و ہجر میں جو کہ جارود بن معلی کی جماعت سے یعنی
مسلمانوں کو محاصرہ میں لے لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان مرتدین سے
مقابلہ کرنے کے لئے علاء بن حضرمیؓ کو روانہ کیا۔ حضرت علاء بن الحضرمیؓ
جب مدینہ سے روانہ ہو کر یمامہ کے محاذی پہنچے۔ تو ثمامہ بن اثال اور
قیس بن عاصم اپنے قبیلہ کے بہت سے لوگوں کو اور یمن کے باشندوں کو
لیکر آ گئے۔ اور حضرت علاءؓ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ حضرت علاءؓ
سب کو لیکر صحرا میں داخل ہوئے جب وسط صحرا میں پہنچے تو پڑاؤ
ڈال دیا۔ اور مجاہدین اونٹوں سے اترنے اور سامان اتارنے میں مشغول
ہو گئے کہ یکایک قبائل کے چند اونٹ بھڑک گئے۔ اور سواروں کو لیکر
بھاگ نکلے قبائل کے لوگوں کو اس کا بڑا رنج ہوا حضرت علاءؓ
نے دریافت کیا "کیا واقعہ رونما ہوا ہے"

لوگوں نے کہا "پانی کے اونٹ بھاگ گئے اب ہم کل دوپہر ہوتے

پہلے پہلے ہلاک ہو جائیں گے"۔

حضرت علاء رضی نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ تم مسلمان ہو۔ خدا کی راہ میں جہاد کرنے جا رہے ہو۔ اور خدا کے مددگار ہو۔ میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا تم کو ذلیل و رسوا نہ کرے گا"۔

دوسرے دن صبح کی نماز پڑھ کر علاء بن الحضرمی رضی اور تمام مسلمانوں نے خلوص سے دعا کی اور اس کے بعد آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ پانی کی چمک نظر آئی۔ سب لوگ اسی طرف بڑھے اور تھوڑی دیر میں پانی پر پہنچ گئے۔ خوب پانی پیا اور خوب نہائے۔ اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بھاگے ہوئے اونٹ بھی آگئے۔

بحرین کے مقامات قطیف و ہجر کے قریب پہنچ کر علاء بن الحضرمی رضی نے جارود رضی کو اطلاع دی کہ تم عبدالقیس کے لوگوں کو لیکر ہجر کی طرف آجاؤ۔ چنانچہ سارے مسلمان ادھر آگئے۔ اور علاء بن الحضرمی رضی ادھر پہنچ کر ان میں شامل ہو گئے۔ فریقین نے اپنے اپنے مقامات پر مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں۔ اور اپنے اپنے سامنے خندقیں کھود لیں۔ روزانہ صبح کے وقت فریقین کی فوجیں میدان میں آتیں اور شام تک لڑتی رہتیں اور تاریکی پھیل جانے پر خندقوں میں چلی جاتیں۔ اسی طرح ایک ماہ تک لڑائی جاری رہی اور فریقین میں سے کسی میں کمزوری پیدا نہ ہوئی۔

ایک روز رات کے وقت مجاہدین نے شور و غل کی آوازیں سنیں جو مرتد مشرکین کے لشکر میں سے آ رہی تھیں۔ علاء بن الحضرمی رضی نے شور و غل

کا سبب دریافت کرنے کے لئے ایک آدمی کو روانہ کیا۔ اس نے واپس آکر بیان کیا کہ مرتدین و مشرکین شراب کے نشہ میں مدہوش پڑے ہیں اور غل مچا رہے ہیں۔ فوراً شب خون مارنے کے لئے مسلمان تیار ہوئے اور آگے بڑھ کر یکایک ان پر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان میں سے بہت کم بھاگ سکے نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مرتدین مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہو گئے۔ حطم بھی مقتولین میں شامل تھا۔

مرتدین و مشرکین کے بقیۃ السیف یہاں سے بھاگ کر دارین کی طرف گئے۔ جو سواحل بحرین کے قریب خلیج فارس میں ایک جزیرہ تھا۔ علاء بن الحضرمی رضؓ بھی ان کے تعاقب میں دارین تک پہونچ گئے۔ دریا کے کنارے پر پہونچے تو وہاں کوئی کشتی نہ تھی۔ علاء بن الحضرمی رضؓ نے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور پھر گھوڑے سے اتر کر جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر سب نے خلوص کے ساتھ یہ دعا پڑھی۔

"یا ارحم الراحمین، یا کریم، یا حلیم، یا احد، یا صمد، یا حی، یا محی الموتیٰ یا حی یا قیوم لا الہ الا انت یا ربنا۔"

اس کے بعد علاء بن الحضرمی رضؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور پانی میں گھوڑے کو ڈال دیا۔ وہ آگے تھے اور لشکر ان کے پیچھے تھا۔ سب نے دریا کو عبور کر لیا اور مرتدین کے سر پر پہونچ کر حملہ کر دیا۔ ایک دن اور رات برابر لڑائی جاری رہی۔ آخر مرتدین کو شکست ہوئی۔ بہت سے مارے گئے۔ اور بہت سے گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد علاء بن الحضرمی رضؓ بحرین واپس

چلے آئے ۔ اور بشارت فتح مدینہ بھیجدی ۔

بقیہ علاقوں کے مرتدین کی سرکوبی

اسی طرح سوید بن مقرن، طریفہ بن حاجز، عمرو بن العاص، اور خالد بن سعید نے اپنی اپنی ماتحت فوجوں سے مرتدین کی سرکوبی کی۔ اور سب کو راہ راست پہ لے آئے۔ ان میں سے عمرو بن العاص رضہ اور خالد بن سعید رضہ کے کارناموں کا ذکر فتوحات شام کے سلسلے میں کیا جائے گا۔

فتنہ ارتداد کا سلسلہ تقریباً ایک سال یا ۹ ماہ تک رہا۔ یہ فتنہ ایک ایسا زبردست فتنہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضہ عزم راسخ اور قلب قوی مرحمت نہ فرماتا تو مسلمانوں کی وہ زندگی اور وہ عظمت جو ہم کو نظر آتی کبھی نظر نہ آتی۔ عرب کا سارا ملک ارتداد کی شورش میں مبتلا تھا۔ اور مسلمانوں کی حالت بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ اس وقت بکریوں کے اس ریوڑ کی مانند تھی جو سردی کے موسم اور سرد رات میں برستے ہوئے پانی کے اندر چرواہے کے بغیر کھڑے یا پڑے رہ جائیں۔ خدا نے حضرت ابوبکر رضہ کی مدد کی۔ اور انہوں نے اللہ کی مدد سے فتنہ کے اس سیلاب کو روک کر ختم کر دیا۔

ارتداد کے فتنہ کو ختم کرنے کے واقعات کو پڑھو اور غور کرو۔ جو لوگ سلطنت صالحین کے اقتدار کا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ان کو واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ مومن دشمنوں کی زیادتی سے کبھی مرعوب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہونا چاہیے خواہ دشمن تعداد میں کتنے ہی ہوں۔

مسلمان اپنی کمی کے سبب نہ تو کبھی مغلوب ہوئے ہیں۔ اور نہ دشمن کی کثرت تعداد نے کبھی ان کو ذلیل و رسوا کیا تھا۔ البتہ ان کو ذلت و خواری اس وقت نصیب ہوئی ہے جب انہوں نے راہ راست کو ترک کر دیا ہے۔ اور خواہشات نفس کی پیروی کی ہے۔

غور کرو مسلمانوں کا سب سے پہلا خلیفہ خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور سارا عرب مرتد ہو کر اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ اور اس کے ساتھی شمار میں اتنے ہوتے ہیں۔ جتنے سفید بال کسی کالے بیل کے جسم پر ہوں لیکن وہ گھبراتا نہیں۔ وہ دین الٰہی کی عزت کو برقرار رکھنے اور دشمنوں سے لڑنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ خدا کے وعدہ پر وثوق رکھتا ہے۔ اور آخر اپنے تنہا عزم راسخ اور قوت قلب سے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس سچے جانشین کو اس کی کوششوں کی جزائے خیر دے کہ آج اسی کی کوششوں سے دین اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں روشنی پھیلا رہا ہے۔

پانچویں فصل

فتوحات عراق

حضرت ابوبکر رضہ جب مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے۔ اور

عرب کے تمام علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور دینِ الٰہی کے سامنے سب نے سر جھکا دیا۔ تو انہوں نے اسلامی عدل و مساوات کو عام کرنے اور اسلام کی روشنی سے بیرونی دنیا کو منور بنانے کی طرف توجہ کی خصوصاً ان اقوام کی طرف جن کے بادشاہ اپنے آپ کو رعایا سے بلند و برتر سمجھتے تھے۔ اور رعایا کو اتنا ذلیل و خوار خیال کرتے تھے حتیٰ کہ اس زمانہ میں غلاموں کو سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ کو رعایا پر ہر طرح کے مالکانہ حقوق حاصل تھے۔ اور رعایا ان کے مظالم نہایت خاموشی سے برداشت کرتی تھی۔

ابتدائے اسلام میں عرب کے قریب دو عظیم الشان سلطنتیں تھیں مشرق میں فارسی حکومت تھی۔ اور شمال میں رومی حکومت۔ اور ان دونوں کی عظمت کے آگے عرب کے تمام علاقے سرنگوں تھے ہم ان دونوں حکومتوں کی ابتدائی تاریخ حوالۂ قلم کرکے ان تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔ جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

ایران کی قدیم تاریخ

مورخین کا بیان ہے کہ ایران میں اسلامی فتح سے پہلے تک ایک ہی خاندان کی دو حکومتیں رہی ہیں۔ یعنی ایک حکومت کیانیہ جو نبا لعبہ اور اسرائیل کی حکومتوں کی معاصر تھی۔ اور دوسری ساسانیہ جو شام کی رومی حکومت کی معاصر تھی۔ اور اسی کے زمانہ میں مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا تھا۔

اس امر میں مورخین کا اختلاف ہے کہ فارسی قوم کا سلسلۂ نسب کہاں منتہی ہوتا ہے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ فارسی سام بن نوح کی اولاد ہیں اور وہ شخص جس کے نام سے فارس مشہور ہوا فرس ہے۔ جو دوسری پشت میں سام بن نوح سے مل جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اہلِ فارس ایران بن فریدون کی اولاد سے ہیں۔ اور فارس کا سب سے پہلا بادشاہ ایران ہوا ہے۔ تیسرا قول علما فارس کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اہلِ فارس کیومرث کی اولاد ہیں۔ اور کیومرث جس کے معنے ابن الطین یعنے مٹی کا بیٹا ہیں آدم علیہ السلام تھے۔

مختصر یہ کہ اہلِ فارس کی تحقیق کے مطابق ایران کا پہلا بادشاہ کیومرث ہوا ہے جس کو آدم علیہ السلام بتایا جاتا ہے اور اس کے خاندان کی حکومت کا زمانہ یزدگرد تک رہا ہے۔ یعنی کیومرث کا خاندان چار ہزار دوسو اٹھاسی برس تک ایران پر حکمراں رہا۔ اور پھر اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

مورخین نے کیومرث سے یزدگرد تک کے زمانہ کو چار طبقوں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا طبقہ پیشدادیہ کہلاتا ہے۔ یعنی اُن بادشاہوں کا دور جو پیشدادیہ کہلاتے تھے۔ دوسرا طبقہ کیانیہ ہے۔ تیسرا طبقہ اسکانیہ یا اشغانیہ ہے۔ اور چوتھا ساسانیہ۔

ہم ان چاروں طبقوں کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ فارس کا سب سے پہلا بادشاہ کیومرث ہوا ہے۔ جن کو آدم ع

بھی کہتے ہیں کیومرث کی چوتھی نسل میں مشہور بادشاہ ہوشنگ
ہوا ہے۔ ہوشنگ کے بعد اس کا بیٹا طہمورث اور پھر اس کا بھائی
جمشید تخت نشین ہوا جمشید تقریباً ساری دنیا پر حکمراں تھا۔
اور نہایت ظالم اور جابر تھا۔ اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس نے
خدائی کا دعوی بھی کیا تھا۔ اس کے دعوائے خدائی پر ملک میں ہل چل
پیدا ہوئی۔ اور سب سے پہلے اس کے بھائی استویر نے اس کے خلاف
فوج کشی کی لیکن وہ ناکام رہا۔ پھر بیوراسپ اس کے خلاف کھڑا
ہوا۔ اور جمشید کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ اسی بیوراسپ کا نام
ضحاک ہے۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ضحاک جمشید کا گورنر تھا۔ بعض
کہتے ہیں ضحاک جمشید کی بہن کا شوہر تھا بعض کہتے ہیں کہ ضحاک
کیومرث کے پوتے افروال کی نسل سے تھا۔ بہر نوع ضحاک کوئی ہو لیکن
خاندان کیومرث سے تھا۔ اور بقول ہشام یہی ضحاک ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ
کا نمرود تھا۔ اور ابن خلدون کا بیان ہے کہ اسی ضحاک نے اپنے بھائی کو
مصر کا بادشاہ کر کے بھیجا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
زمانہ کا نمرود تھا۔ یا فرعون۔

ضحاک کے بعد فریدوں تخت نشین ہوا۔ فریدوں کی نسبت
کہا جاتا ہے کہ وہ جمشید کی نسل سے تھا۔ اور نوح علیہ السلام کا معاصر
تھا۔ اور بعض لوگ فریدوں ہی کو جو ایران کا عادل حکمراں تھا۔ نوح ع
کہتے ہیں۔ فریدوں نے اپنی سلطنت کو اپنے تین لڑکوں

پر تقسیم کردیا۔ جو دُنیا کے تمام ممالک پر اپنے اپنے حصّوں میں حکمران رہے۔ ان تینوں بھائیوں میں سے دو یعنی سلم اور تور نے باہم اتفاق کرکے تیسرے بھائی ایرج کو مار ڈالا۔ اور اس کے مُلک پر قبضہ کرلیا کچھ عرصہ کے بعد ایرج کے خاندان سے منوچہر نامی اُٹھا جس کی ماں حضرت اسحٰق عہ کی اولاد سے تھی۔ اور سلم و تور سے لڑ کر ان کو مار ڈالا۔ اور مُلک پر قبضہ کرلیا پھر تور کی نسل سے افراسیاب نامی ایک شخص نے خروج کیا۔ اور قارس کے مُلک کو تہ و بالا کرکے منوچہر کو نکالدیا۔ اسی زمانہ میں بنو اسرائیل تیہ سے نکلے تھے۔ اس نے صرف تین سال حکومت کی اور مر گیا۔ اور اسی پر ایرانی حکومت کے پہلے طبقہ کا خاتمہ ہوگیا جس کو پیشدادیہ کہا جاتا ہے۔

ایرانی حکومت کا دوسرا طبقہ کیانیہ کہلاتا ہے جس کا پہلا بادشاہ کیقباد ہوا جو منوچہر کی نسل سے تھا پھر اس کا پوتا کیکاؤس بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد کیکاؤس کا پوتا کیخسرو بادشاہ ہوا پھر کیکاؤس کے پوتے کے اوجن کا بیٹا کہیراسف حکمران ہوا۔ اسی کے زمانہ میں عراق۔ اہواز اور رُوم پر اس کا گورنر بخت نصر حکومت کرتا تھا جس نے عرب پر حملہ کرکے ان کو اپنا باجگذار بنا لیا تھا۔ اور لعبد میں عدنان یعنی حضور کے جدِّ اعلےٰ عرب سے ہجرت کر گئے تھے۔ جب بخت نصر مر گیا تو معد بن عدنان کعبہ کے حج کو آئے۔ اور مکّہ میں پھر توطن اختیار کرلیا۔

کہیراسف نے اپنے بیٹے کیتاسپ کو تخت پر بٹھایا۔ اسی زمانہ [illegible]

زردشت پیدا ہوا۔ اور مجوسی دین کی بنیاد پڑی۔ اور گیتا سب بھی اس دین میں داخل ہو گیا۔ پھر اسفند یار حکمراں ہوا۔ اور اس کے بعد اردشیر بہمن اور پھر اس کا بیٹا دارا اکبر حکمراں ہوا۔ اور پھر اس کا بیٹا دارا بادشاہ ہوا۔ جس کے زمانہ میں اسکندر مقدونی نے ایران پر حملہ کیا۔ اور دارا کو قتل کر کے اس کی بیٹی روشناک سے شادی کر لی۔ دارا پر حکومت کیانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

فارسی حکومت کا تیسرا طبقہ اشکانیہ ہے جس کا سلسلہ اشکان بن دارا اکبر سے شروع ہوتا ہے۔ اس نے مخالف طاقتوں سے لڑ کر ان کو ملک سے نکال دیا۔ اور ایران پر قابض ہو گیا۔ اور صرف بیس سال حکومت کر کے مر گیا پھر اس کا بیٹا اشک حکمراں ہوا۔ اور پھر اس کے بیٹے سابور نے حکومت کی۔ اسی کے زمانہ میں یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اسی کے عہد میں ملک شام میں بنو اسرائیل پر حملہ کر کے ان کو لوٹ لیا گیا تھا۔ سابور کے بعد اس کا چچا جود حکمراں ہوا پھر نیرو بن سابور نے حکومت کی۔ پھر جودر بن بند حکمراں ہوا پھر اس کے بھائی نرسی نے حکومت کی۔ اس کے بعد ہرمز بن فیروز بن سابور نے حکمرانی کی پھر اس کا بیٹا اردوان حکمراں ہوا پھر اس کا بیٹا کسریٰ لینی خسرو تخت نشین ہوا پھر اس کا بیٹا بلاوش حکمراں ہوا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے اردوان نے حکومت کی۔ اور اسی پر ایرانی حکومت کا تیسرا دور اشکانیہ ختم ہو گیا۔

ایرانی حکومت کا چوتھا طبقہ ساسانیہ ہے جس کا سلسلہ اردشیر بن مالک بن ساسان سے شروع ہوتا ہے۔ اور جو خاندان کیانیہ کے مشہور بادشاہ گیتاسپ کے بیٹے بہمن کی اولاد میں سے ہے۔ بہمن کا ایک لڑکا آزاد کردہ لونڈی سے ساسان پیدا ہوا تھا۔ اسی ساسان کا پوتا اردشیر تھا جس نے ۲۳۰ء میں ایران کو تباہی بربادی اور طوائف الملوکی کی مصیبت سے نکا[لا]۔ اور ایران کے تمام مقبوضات نیز ملحقہ علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ اور اس نے اپنے دادا کی وصیت کے مطابق اشکانی خاندان کے تمام افراد کو مار ڈالا تھا۔ صرف ایک عورت بچ گئی تھی جو اردشیر کی خواصوں میں داخل تھی۔ اور جس نے اپنا نسب کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ اسی عورت کے بطن سے اردشیر کا بیٹا سابور پیدا ہوا۔ جو ایرانی حکومت کے ساسانی دور کا دوسرا بادشاہ ہوا۔ سابور کے بعد اس کا بیٹا ہرمز اور پھر اس کا بیٹا بہرام تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا بہرام پھر اس کا بیٹا بہرام تخت نشین ہوا۔ یہ تیسرا بہرام بہت بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ اور پھر اس کا بیٹا نرسین اور پھر اس کا بیٹا ہرمز حکمراں ہوا۔ ہرمز کے بعد اس کا شیرخوار بچہ سابور حکمراں ہوا۔ سابور نے ایرانی حکومت اپنے چچازاد بھائی اردشیر بن ہرمز کے حوالہ کی لیکن چار سال کے بعد اعیان حکومت نے اس کو معزول کر دیا۔ اور سابور بن سابور بن ہرمز کو تخت پر بٹھایا گیا۔ پھر

اس سابور کا بھائی بہرام تخت نشین ہوا۔ بہرام کے بعد اس کا بیٹا یا
بھائی یزدگرد حکمران ہوا۔ پھر اس کا بیٹا بہرام بادشاہ ہوا جو بہرام گور
کے نام سے مشہور ہے۔ پھر اس کا بیٹا یزدگرد حکمران ہوا۔ پھر اس کا بیٹا
ہرمز تخت نشین ہوا۔ یزدگرد کا دوسرا بیٹا فیروز باپ کے مرنے
کے وقت دارالحکومت میں موجود نہ تھا۔ جب اس کو یہ خبر ملی کہ
اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس کے بھائی ہرمز کو بادشاہ بنا دیا
گیا ہے تو وہ فوج لیکر آیا اور بھائی کو قید کرکے تخت حکومت پر
قبضہ کر لیا۔ فیروز کے بعد اس کا بیٹا بلاوش تخت نشین ہوا۔ پھر
بلاوش کا بھائی قباد بادشاہ ہوا۔ قباد نے چونکہ مزدک کا دین
قبول کر لیا تھا۔ اس لئے ارکان سلطنت نے اس کو تخت سے
اُتار دیا۔ اور فیروز کے بیٹے جاماسپ کو شکست دیکر حکومت پر قبضہ
کر لیا اور اس کا بیٹا نوشیرواں حکمراں ہوا۔ اسی نوشیرواں کی حکومت
کے چوبیسویں[۲۴] سال میں حضور صلعم کے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب پیدا
ہوئے۔ اور بیالیسویں[۴۲] سال میں حضورؐ پیدا ہوئے تھے۔ نوشیرواں
نے اڑتالیس[۴۸] سال حکومت کی پھر اس کا بیٹا ہرمز تخت نشین ہوا۔
پھر اعیان سلطنت نے ہرمز کو تخت سے اُتار کر اس کے بیٹے پرویز کو ایران
کا بادشاہ بنایا۔ اسی پرویز کے پاس حضورؐ کا وہ خط جس میں حضورؐ نے
اس کو اسلام کی دعوت دی تھی پہونچا تھا۔ اور اس نے حضورؐ کے خط
کو چاک کرکے پھینکدیا تھا۔ اور اپنے گورنر یمن باذان کو یہ حکم دیا تھا۔

کہ محمد عربی کو گرفتار کرکے ہمارے پاس بھیجدو۔ لیکن بہت تھوڑے
دنوں کے بعد اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کردیا۔ شیرویہ نے صرف
چھ مہینے حکومت کی۔ اور مرگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے اردشیر کو تخت
پر بٹھا دیا گیا جس کی عمر اس وقت سات برس کی تھی۔ ایرانی فوج
کے سپہ سالار شہریار نے جب یہ خبر سُنی کہ اردشیر بادشاہ بنا دیا گیا
ہے۔ تو وہ فوج لیکر ایران کے دارالحکومت مدائن میں آیا۔ اور اردشیر
کو قتل کرکے خود بادشاہ بن گیا۔ شہریار چونکہ شاہی خاندان سے
نہیں تھا۔ اس لیے ارکانِ دولت کو اس کی حکومت ناگوار
ہوئی۔ اور دھوکے سے اس کو قتل کرادیا۔ اس کے بعد چونکہ شاہی
خاندان میں اولادِ ذکور میں سے کوئی موجود نہ رہا تھا۔ اس لئے پرویز کی بیٹی
پوران کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ پوران نے ایک سال چار مہینے تک
حکومت کی۔ یہ زمانہ حضورؐ کی زندگی کا آخری زمانہ تھا۔ اس کے بعد
اس کے چچازاد بھائی خشنش یا جوان شیر کے سر پر تاج رکھا گیا۔ اس
نے صرف تین۳ روز حکومت کی۔ پھر پرویز کی دوسری لڑکی آزرمی دخت
کو بادشاہ بنایا گیا جس نے چھ۶ مہینے حکومت کی۔ اور رستم نے
حملہ کرکے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد چند روز کے لئے چند اور حکمران
ہوئے۔ اور ان کے بعد پرویز کے پوتے یزدگرد کو بادشاہ
بنایا گیا۔ اس نے کافی عرصہ تک حکومت کی اور حضرت عثمانؓ
کے عہدِ خلافت میں سنہ ۳۲ھ میں مرو کے اندر قتل کیا گیا اور

اسی پر ساسانی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ کیومرث کے خاندان کی حکومت ختم ہوگئی ۔ اور اسلامی حکومت ایران کے سارے مقبوضات پر قائم ہوگئی۔

حضورؐ کا نامۂ مبارک کسریٰ پرویز کے نام

حضورؐ نے سنہ ۶ھ میں اپنے زمانہ کے تمام سلاطین کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تھے۔ ان میں ایک خط کسریٰ پرویز شاہِ فارس کے نام بھی تھا۔ اور اسی خط سے مسلمانوں اور ایرانی حکومت کے درمیان معاملات کی ابتدا ہوئی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ کسریٰ پرویز کے نام حضورؐ کا خط لیکر عبداللہ بن حذافہ سہمی رضؓ گئے تھے۔ ان کی ہیئت یہ تھی کہ کمبل درمیان سے پھاڑ کر کفنی کی طرح گلے میں ڈال رکھا تھا۔ دونوں بغلوں کے نیچے سے ٹخنوں تک کمبل میں جابجا کانٹے لگاکر اسکو بند کردیا تھا کمر میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی جس میں تلوار لٹک رہی تھی سر پر عمامہ تھا۔ اور پاؤں ننگے۔ اس شان سے حذیفہ رضؓ کسریٰ کے دربار میں پہونچے۔ لوگوں نے ان کے دربار میں داخل ہوتے ہی سجدہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک قرار دیا۔ اور اس پر طویل تقریر کی کسریٰ نے ان کے سجدہ نہ کرنے اور زمین بوس نہ ہونے پر ان کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھا۔ اور حاضرینِ دربار کو حکم دیا کہ اس سے خط کو لیکر پھاڑ ڈالو۔ اور اس کے ناک اور کان

کاٹ کر نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بے چارے حذیفہ تباہ حال مدینہ واپس پہونچے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے واقعہ سن کر کسریٰ اور اس کے ملک کی تباہی کے لئے بد دعا کی۔ اور حذیفہ کے ناک کان سونے کے بنا کر لگانے کا حکم دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کسریٰ نے حضورؐ کے خط کو لیکر خود پھاڑ ڈالا تھا اور اپنے گورنر یمن باذان کے نام یہ حکم بھیجا تھا کہ دو مضبوط آدمی مدینہ روانہ کردو کہ اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ باذان نے حکم کے مطابق دو آدمی مدینہ کو روانہ کر دیئے۔ حضورؐ نے ان سے گفتگو کی۔ اور آخر میں فرمایا کہ آج پرویز کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے بیٹے نے اس کو قتل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہی تھا۔ پرویز کے بیٹے شیرویہ نے ایرانی حکومت کے ارکان کی سازش سے پرویز کو قتل کر دیا تھا۔ اور ایرانی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا جب باذان کے بھیجے ہوئے آدمیوں کو اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ تو وہ مسلمان ہو گئے۔

شیرویہ نے ایرانی حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی باذان گورنر یمن کے نام یہ حکم بھیجا کہ نبی عربیؐ سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔

باذان کے بھیجے ہوئے آدمی مسلمان ہو کر یمن میں پہونچے۔ تو باذان نے ان سے حضورؐ کا حال دریافت کیا۔ اور پھر حضورؐ کی دعوت پر غور و خوض کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام نے اس کے دل میں گھر کر لیا۔ اور وہ حضورؐ کی زندگی کے آخری سالوں میں مسلمان ہو گیا۔ اسکے اسلام قبول کرتے ہی بہت

سے وہ ایرانی بھی جو یمن میں رہتے تھے مسلمان ہو گئے۔ اور یمن کے لوگ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس زمانہ میں چونکہ ایران کے اندر طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ اس لئے کسی نے یمن کے اس انقلاب کی پرواہ نہ کی۔ اور حضورؐ نے اپنی طرف سے باذان ہی کو یمن کا حاکم مقرر کر دیا یمن ایرانی مقبوضات کا پہلا شہر تھا جس پر اسلام کا پھریرا لہرایا گیا تھا یمن کے بعد بحرین اور عمان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

باذان کی وفات کے بعد حضورؐ نے یمن کے تمام اہم مقامات کو مختلف لوگوں کے انتظام میں دیدیا تھا جس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اسی جدید انتظام کے زمانہ میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور یمن کے حاکم شہر بن باذان کو قتل کر کے یمن پر قابض ہو گیا حضورؐ نے یمن کے مسلمان سرداروں کو لکھا کہ جس طرح ممکن ہو اسود عنسی کو قتل کر دو۔ چنانچہ ایک روز رات کے وقت لوگ اس کے گھر میں گھس گئے۔ اور اس کو مار ڈالا۔

حضورؐ کی وفات کے بعد اسود عنسی کے متبعین کا فتنہ پھر کھڑا ہو گیا جس نے یمن کے بہت سے قبائل کو مرتد بنا کر اپنی جماعت میں شامل کر لیا۔ اس فتنہ کو حضرت ابوبکرؓ نے فرو کیا۔ اور مرتدین کا استیصال کر کے سارے علاقہ کو پاک کر دیا۔

مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کا تقرر

حضرت ابوبکرؓ فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے میں مشغول تھے

کہ عراق سے حضرت مثنیٰ ابن حارثہ رضؓ مدینہ میں آئے۔ اور ایرانیوں کے مظالم بیان کرکے درخواست کی۔ کہ اگر آپ مجھکو میری قوم کی امامت مرحمت فرمادیں۔ تو میں عراق کے مسلمانوں کو ایرانی حکام کی زیادتیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کی درخواست کو منظور کرلیا۔ اور مثنیٰ رضؓ نے عراق پہونچکر کافی تعداد میں فوج فراہم کی۔ اور ایرانیوں سے آویزش شروع کردی۔

خالد رضؓ بن ولید عراق میں

حضرت ابوبکر رضؓ اگرچہ خلافت کو ہاتھ میں لیکر فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے میں مشغول ہوگئے تھے لیکن ان کی نگاہیں روم و فارس کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جوکہ اسلام کے بدترین دشمن تھے اور فتنۂ ارتداد کو فرو کرنے کے کاموں اور تدبیروں کے بعد جو وقت ان کو ملتا تھا وہ انہیں دشمنوں کو زیر کرنے کی تدبیروں کو سوچنے پر صرف کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضؓ روم و فارس پر غلبہ حاصل کرنے کی تدبیروں پر غور و خوض کرنے کو کس قدر اہم خیال کرتے تھے۔ اس کا اندازہ صرف اسی واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک روز مہم عراق کی تدبیروں اور انتظام میں مصروف تھے کہ ایک صحابی نے اپنے قبیلہ کا کوئی معاملہ حاضر ہوکر پیش کیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے اس پر غضبناک ہوکر جواب دیا "تم میری توجہ کو معمولی باتوں میں ضائع کرنا چاہتے ہو۔ اور میں ہر وقت ان دو شیروں کو زیر کرنے کی فکر میں ہوں۔ جو مسلمانوں کی تاک میں

ہیں"۔
مختصر یہ کہ یمامہ کی جنگ ختم ہوتے ہی ماہ محرم ۱۲ھ میں حضرت
ابوبکرؓ نے عراق کی مہم پر بھیجنے کے لئے خالدؓ بن ولید کو انتخاب کیا
اور وہ ابھی یمامہ میں ہی تھے۔ کہ ان کے نام دربارہ خلافت یہ حکم پہنچا
کہ تم اپنی ماتحت فوج کو لے کر عراق چلے جاؤ۔ اور بعض مورخین
کا بیان یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خالدؓ کو یمامہ
سے طلب کیا۔ اور دس ہزار فوج دیکر عراق کی طرف روانہ کیا۔
کہ عراق کے نشیبی حصے سے آگے بڑھ کر وہ اوّل مقام ابلہ پر حملہ
کریں۔ ابلہ اس مقام کے قریب تھا جہاں بعد کو بصرہ آباد کیا گیا ہے۔
اور ہندوستان کی بندرگاہ اس وقت وہی تھا۔ آج بھی یہ مقام
خلیج فارس میں دجلہ کے گرنے کے مقام پر ایران کی بندرگاہ ہے پھر
قعقاع بن عمروؓ کو حضرت خالدؓ کی مدد کے لئے مقرر کیا۔ اور عیاض
بن غنم کو فوج دیکر حضرت ابوبکرؓ نے یہ حکم دیا کہ تم عراق کے شمال میں
جا کر ایرانیوں سے جنگ کرو۔ اور ان کی مدد پر عبدالغوث حمیری کو مقرر
کر دیا۔ اور ان دونوں فوجی افسروں یعنی خالدؓ اور عیاضؓ کو یہ
ہدایت کر دی کہ مرتدین کو جنگ میں شامل نہ کیا جائے۔ اور اس
خاص ہدایت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ مرتدین کی نسبت
اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ اور جنگ میں ان کی شرکت کو مناسب
خیال نہ کرتے تھے۔

ابلہ کا معرکہ

ابلہ اس زمانے میں ایران کی عظیم الشان بندرگاہ تھی۔ اور وہاں کا حاکم ہرمز ایرانی حکومت میں اوّل درجہ کا رئیس تھا۔ ایک لاکھ درہم کا تاج سر پر رکھتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے ابلہ کی طرف روانہ ہوتے وقت یا ابلہ کے قریب پہونچکر ہرمز کے نام ایک خط تحریر کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ :-

"تم اسلام قبول کرلو۔ محفوظ رہوگے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو۔ تو اپنی قوم اور اپنی جانب سے جزیہ دینے کا اقرار کرکے صلح کرلو۔ اور مسلمانوں کی پناہ میں آجاؤ۔ یہ بھی منظور نہ ہو تو پھر اپنی ذات کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا کیونکہ میں ایسے لوگوں کو تمہارے مقابلہ پر لایا ہوں۔ جو موت کو اس طرح پسند کرتے ہیں جس طرح تم زندگی کو۔"

یہ خط ہرمز کو ملا۔ تو اُس نے اس کو شاہ ایران کے پاس بھیجدیا۔ اور خود جنگی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ اس علاقہ میں جو عرب سکونت پذیر تھے وہ ہرمز کے دشمن تھے۔ اس لئے کہ ہرمز ان کو ہر وقت ستاتا اور اُن سے لڑتا رہتا تھا۔ عرب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر پاکر خوش ہوگئے۔ اور ہرمز سے انتقام لینے کا جذبہ ان کے دلوں میں موجزن ہوگیا۔

حضرت خالدؓ ابلہ کے قریب پہونچے۔ تو انہوں نے وہاں مثنیٰ
بن حارثہؓ وغیرہ کو اپنا منتظر پایا۔ جو آٹھ ہزار فوج لیئے ہوئے پڑے
تھے۔ حضرت خالدؓ نے اس اٹھارہ ہزار فوج کو جو ان کے ماتحت
تھی۔ تین حصوں میں تقسیم کیا۔ دو حصوں کو مثنیٰ وغیرہ کی ماتحتی میں
دیکر آگے روانہ کیا۔ اور تیسرے حصہ کو اپنی ماتحتی میں لیکر ابلہ کی طرف
بڑھایا۔ حضرت خالدؓ نے مثنیٰ وغیرہ کو یہ ہدایت کردی تھی کہ
تم ادھر سے فتوحات حاصل کرتے ہوئے حفیر کے مقام پر پہنچ کے
آملنا۔ حفیر ایک گاؤں تھا۔ جو ابلہ کے قریب اس راستہ پر واقع
تھا جو مکہ سے بصرہ کو آتا ہے۔

ہرمز کو حضرت خالدؓ کے آنے کی خبر ملی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے
اپنی ماتحت فوج کے دو حصوں کو آگے روانہ کردیا ہے۔ اور حفیر کے
مقام پر آکر مل جانے کی ہدایت کی ہے۔ تو وہ اپنی ساری فوج
لیکر حضرت خالدؓ کی طرف بڑھا۔ اول وہ کاظمہ کی طرف گیا۔ وہاں
معلوم ہوا کہ مسلمان حفیر میں ہیں۔ وہاں پہونچا تو حضرت خالدؓ نے
اپنی فوج کو کاظمہ میں لیجا کر وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ ہرمز حفیر سے پھر کاظمہ
کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس آمد و رفت میں ایرانی لشکر خوب
تھک گیا۔

حضرت خالدؓ نے کاظمہ میں اپنی فوج کو ایسے مقام پر اتارا جہاں
پانی نہ تھا۔ اور مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "پانی پر قبضہ

کرنے کی کوشش کرو۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پانی
فریقین میں سے اس کا ہے جو زیادہ بہادر اور ثابت قدم ہوگا۔
جب دونوں فوجیں مقابلہ کے لئے آراستہ ہوگئیں۔ تو حضرت
خالد رض نے اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر ہرمز کو مقابلہ کے لئے بلایا
ہرمز گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ اور حضرت خالد رض کو پیدل پا کر گھوڑے
سے اتر پڑا۔ حضرت خالد رض نے آگے بڑھ کر ہرمز پر حملہ کیا۔ اور موقعہ
پا کر اس کو اپنی طرف کھینچ کر دبا لیا۔ ایرانی فوج نے جب ہرمز کو حضرت
خالد رض کی گرفت میں دیکھا تو دھوکے سے حضرت خالد رض پر حملہ کر کے
ہرمز کو بچانا چاہا۔ چنانچہ چند ایرانی اس ارادہ سے آگے بڑھے۔ لیکن
حضرت خالد رض نے ان کی پرواہ نہ کی۔ اور ہرمز کا کام تمام کر دیا۔
حضرت قعقاع رض نے جب دیکھا کہ ایرانی خالد رض کی طرف
بڑھ رہے ہیں۔ تو دہ آدمیوں کو لیکر آگے بڑھے۔ ایرانی یہ دیکھ کر
پیچھے ہٹ گئے۔ اور اسکے بعد عام حملہ شروع ہو گیا۔ چونکہ ہرمز
مارا جا چکا تھا۔ اس لئے ایرانی زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے۔ اور
مسلمانوں کی عام یورش نے بہت جلد ان کو میدان سے بھگا دیا۔ ایرانیوں
اور مسلمانوں کے درمیان یہ سب سے پہلا معرکہ تھا۔ علاقہ ابن
کا بیان ہے کہ اس جنگ میں ایرانی سپاہی
اس خیال سے زنجیروں میں باندھ رکھا
لیکن یہی زنجیر

اس لئے کہ مسلمانوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور باقی کو گرفتار کر لیا۔ اس جنگ کو اسی مناسبت سے ذات السلاسل یعنی زنجیروں والی جنگ بھی کہتے ہیں۔

فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے فتح کی بشارت اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں روانہ کیا۔ اور باقی چار حصّوں کو فوج پر اس طرح تقسیم کر دیا کہ پیدل کو ایک تہائی اور سوار کو دو تہائی پھر جو ایرانی اس موقعہ سے جان بچا کر بھاگ گئے تھے۔ اُن کے تعاقب میں حضرت خالدؓ نے مثنیٰ ابن حارثہ کو روانہ کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ کاشتکاروں سے کوئی بُرا سلوک نہ کرنا۔ اور ہرگز ہرگز ان کو نہ ستانا کیونکہ دربارِ خلافت سے ان کو یہی حکم ملا ہے حضرت ابوبکرؓ کو جب اس فتح کی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے۔ اور ہرمز کا ایک لاکھ کا تاج جو مالِ غنیمت میں تھا۔ ازراہِ قدردانی حضرت خالدؓ کو مرحمت فرمایا۔

ثنی کا معرکہ

ایرانی فوج کی اس شکست کی خبر جب شاہِ ایران اردشیر کو پہونچی تو وہ گھبرا گیا۔ اور فوراً اُس نے ایک جرار لشکر ایران کے مشہور فوجی افسر قا[illegible] کی سرکردگی میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا ایرانی حکومت [illegible]س زمانہ میں مدائن تھا۔ اور یہ دو شہر تھے جو بغداد سے جنوب [illegible] کی سمت میں بنائے گئے تھے۔ ان میں سے

شرقی شہر کے اندر کسریٰ کا مشہور قصر تھا۔
قارن ایرانی فوج کو لیکر مدائن سے روانہ ہوا۔ اور جو لوگ ابلہ
کے معرکے سے بھاگ کر ادھر آگئے تھے۔ ان کو اپنے ساتھ لیتا ہوا
ثنی کے مقام پر پہونچا۔ اور پڑاؤ ڈالدیا۔ ثنی بصرہ کے قریب اس
مقام کا نام ہے جہاں نہر دجلہ سے نکلکر آگے گئی ہے۔
خالدؓ کو جب اس فوج کے آنے کی خبر ملی۔ تو وہ بھی اپنا لشکر
لیکر ثنی کے مقام پر پہونچے۔ دونوں لشکر صف باندھکر کھڑے
ہوگئے۔ تو قارن نے میدان میں نکلکر مقابل کو طلب کیا تاکہ ہرمز
کے قتل کا انتقام لے۔ ایک مسلمان جس کا نام معقل بن اعشیٰ تھا۔
مقابلہ پر گیا اور قارن کو مارڈالا۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہوا فریقین
نے خوب داد شجاعت دی لیکن جب ایرانیوں نے یہ دیکھا کہ ان کے
سارے نامی افسر مارے گئے تو ان کی ہمت پست ہوگئی اور وہ بھاگ
کھڑے ہوئے۔ بہت سے ایرانی قتل ہوئے اور بہت سے بھاگتے
ہوئے نہر کے اندر گرے اور ڈوب گئے۔ بہت تھوڑے لوگ ایسے تھے
جنہوں نے کشتیوں پر سوار ہوکر اپنی جان بچائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ
اس معرکہ میں ۳۰ ہزار ایرانی قتل ہوئے اور پانی میں ڈوبے بعض
مورخین نے اس جنگ کو جنگ مذار سے بھی تعبیر کیا ہے۔ حضرت خالدؓ
نے فتح کے بعد مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور بشارت فتح مدینہ
روانہ کی۔ اور اس کے بعد قریب و جوار کے دیہاتوں سے جزیہ لیا

صُلح کر کے اُن کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

دلجہ کا معرکہ

شاہِ ایران کو جب اس شکست کی خبر ملی تو اس نے ایک فوج گران اندازگر کی ماتحتی میں روانہ کی۔ اور پھر ایک اور فوج بہمن جادویہ کی سرکردگی میں اس کی مدد کے لئے روانہ کی۔ یہ دونوں فوجیں مقام دلجہ میں پہونچکر ٹھہریں۔ اس فوج میں عرب کے مسیحی قبائل بھی کثیر تعداد میں شریک تھے۔ حضرت خالدرضؓ اپنے ماتحتان کو لیکر دلجہ کی طرف بڑھے۔ اور عقب کے راستہ کو محفوظ رکھنے کے لئے چھوٹے دستے مقرر کرتے گئے۔ دلجہ پہونچکر حضرت خالدرضؓ نے اپنی فوج کے تین حصّے کئے۔ دو حصّوں کو کمین گاہوں میں چھپا دیا۔ اور ایک حصّہ کو اپنی ماتحتی میں لیکر حملہ کیا۔ اور دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا جب ایرانی کمین گاہوں کے وسط میں آگئے تو فوجوں نے کمین گاہوں سے نکلکر دونوں طرف سے ایرانیوں پر حملہ کیا۔ اور سامنے سے حضرت خالدؓ نے سخت یورش کی۔ ایرانی چونکہ تین طرف سے گھر گئے تھے۔ اس لئے زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے۔ اور شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ ان کا افسر اندازگر بھاگتا ہوا مارا گیا۔ اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ اندازگر جنگل کی طرف نکل گیا۔ اور پیاس کی شدت سے خود مر گیا۔

الیس کا معرکہ

دلجہ کی جنگ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مسیحی قبیلہ بنو بکر بن وائل کے لوگ بھی

شریک تھے۔ حضرت خالد رضؓ نے ان سب کو تہ تیغ کر دیا اس واقعہ
سے نصاریٰ کی قوم میں عام جوش پیدا ہو گیا۔ اور وہ مسلمانوں سے
انتقام لینے کے لئے کثیر تعداد میں جمع ہو کر آئے۔ مقام الیس پر پڑاؤ
ڈالا۔ اور شاہِ ایران سے مدد طلب کی۔ شاہِ ایران اردشیر نے
بہمن جادویہ کو جو دیجہ سے شکست کھا کر بھاگ آیا تھا لکھا کہ تم بکر
بن وائل نصاریٰ کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو۔ یہ حکم بہمن جادویہ کو ملا
تو اُس نے اپنے ماتحت فوجی افسر جابان کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے
بھیجدیا۔ اور خود اردشیر کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے اور مشورہ
کے لئے مدائن چلا گیا۔ مدائن پہونچکر اُس کو معلوم ہوا کہ اردشیر بیمار
ہے۔ اس لئے وہ اس کی صحت کے انتظار میں وہیں ٹھہر گیا۔

جابان فوج لیکر بنو بکر بن وائل کے پاس پہونچا۔ اور الیس کے
مقام پر جو دریائے فرات پر شہر انبار کا ایک گاؤں تھا لشکر زن ہو
حضرت خالد رضؓ لشکر لیکر مقابلہ پر پہونچے۔ اور چھوٹے سے دستہ کو
لیکر میدان میں آئے۔ اور مقابل کو طلب کیا۔ قبیلہ بکر کا ایک سردار
مقابلہ کو آیا۔ اور حضرت خالد رضؓ کے ہاتھ سے مارا گیا پھر مسلمانوں نے
ایرانیوں پر ایک زبردست حملہ کیا۔ ایرانی دیر تک مقابلہ میں ثابت قدم
رہے۔ اس لئے کہ ان کو اس کی توقع تھی کہ بہمن جادویہ لشکر گراں لیکر
آنے والا ہے۔ مسلمانوں نے خدا کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ثابت
قدمی سے کام لیا۔ اور برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ

روشن ہوگیا۔ اس کے بعد ادھر تو ایرانی بہمن جادویہ کی امداد سے
مایوس ہوگئے۔ ادھر مسلمانوں نے جنگ کو جلد ختم کرنے کے لئے اپنی
ساری قوت کو یکجا کر کے ایک سخت حملہ کیا۔ ایرانی اس حملہ کی مدافعت
نہ کر سکے اور شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے
ایرانیوں کو حواس باختہ پا کر تلواروں پر رکھ لیا۔ اور ایرانی فوج
کے بہت بڑے حصہ کو کاٹ ڈالا۔ یہاں تک کہ میدان ایرانیوں
سے خالی ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے مژدۂ فتح اور مال غنیمت
کا پانچواں حصہ دربارِ خلافت کو روانہ کیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۲ھ
میں وقوع پذیر ہوا۔

فتح حیرہ

الیس کے معرکہ کے بعد دو ایک چھوٹے چھوٹے
معرکے اور ہوئے۔ ان سے فارغ ہو کر حضرت
خالدؓ حیرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حیرہ اس زمانہ میں
[illegible] کا دارالحکومت تھا جو شاہ ایران کی
[illegible] اور دریائے فرات کے مغرب

[illegible]

کیا۔ اور حکم دیا کہ نہر فرات کا پانی روک کر جھیلوں میں ڈال دیا جائے
تاکہ مسلمانوں کی کشتیاں زمین پر بیٹھ جائیں اور ادھر سے آگئیں حضرت
خالدؓ یہ دیکھکر کشتی سے اُترے اور فوج لیکر آزادبہ کے بیٹے کی
طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرات کے کنارے بادقلا کے مقام پر اس کو
مار ڈالا۔ پھر وہ حیرہ کی طرف بڑھے۔ حیرہ کا مرزبان اسلامی لشکر
کی خبر پاکر بھاگ گیا۔ اور حیرہ کے قصور میں پہونچکر ان کے پھاٹک
بند کر لیئے۔ حضرت خالدؓ نے قصر ابیض، قصر عدسیین، قصر ابن مازن
اور قصر ابن لقبیلہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور امراء حیرہ کو اسلام قبول کرنے
کی دعوت دی۔ اور ایک دن اور رات کی مدت مقرر کر دی۔ جب
امراء حیرہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت خالدؓ
نے حیرہ اور حیرہ کے مقامات کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ مسیحی
مذہبی پیشوا یہ حالت دیکھکر چلا اُٹھے۔ اور جو لوگ قصور میں چھپے
بیٹھے تھے اُن سے پکار کر کہا۔

"مسلمانوں سے صلح کر لو یہی بہتر ہے"

ان لوگوں نے جواب میں کہا "مسلمانوں کی تین شرطوں (اسلام،
جزیہ اور جنگ) میں سے ایک شرط ہم کو منظور ہے" یہ اعلان
سن کر حضرت خالدؓ نے جنگ کو روک دیا۔ اور امراء حیرہ قصور سے
باہر نکل کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے۔ ان میں سے عمرو بن عبد المسیح
نامی ایک شخص آگے بڑھا۔ اور گفتگو شروع کرنی چاہی حضرت خالدؓ نے

اس سے پوچھا: "صلح کی غرض سے آئے ہو یا جنگ کے لئے؟"
عمر بن عبدالمسیح نے کہا: "صلح کی غرض سے۔" اس کے بعد حضرت خالدرضؓ نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ پر اہل حیرہ سے صلح کر لی۔ اہل حیرہ نے حضرت خالدرضؓ کی خدمت میں اسی طرح ہدایا و تحائف پیش کیے، جس طرح وہ شاہ ایران کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ حضرت خالدرضؓ نے ان تمام تحائف کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے ان ہدایا کو جزیہ کی رقم میں شمار کر کے حضرت خالدرضؓ کو اس کی اطلاع دیدی۔ یہی دین۔ دین اسلام ہے۔ کہ مسلمانوں کے خلیفہ نے رعایا کے تحائف کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ صرف وہی رقم لی جو ان کے ذمہ واجب تھی۔ حالانکہ اس زمانہ کے بادشاہ لاکھوں روپیہ کے تحائف لیا کرتے تھے۔

فتح حیرہ کے بعد

فتح حیرہ کے بعد جب حیرہ کے اطراف کے دہقانوں نے حضرت خالدرضؓ کے عدل و انصاف کو دیکھا۔ اور حیرہ والوں کی صلح کو سنا۔ تو انہوں نے بھی اطراف حیرہ کے مقام فلالیج سے لیکر ہرمزگرد تک کے علاقے پر حضرت خالدرضؓ سے صلح کر لی۔ اور ۲۰ لاکھ درہم سالانہ جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اس کے بعد حضرت خالدرضؓ نے اپنے امراء لشکر کو نہر دجلہ کے ادھر کے علاقہ میں روانہ کیا۔ اور انہوں نے اس علاقہ کے لوگوں سے جزیہ کا معاملہ طے کر لیا۔

پھر حضرت خالدؓ نے حیرہ و اطراف حیرہ اور تمام مفتوحہ مقامات پر انتظام کے لئے عمال کو مقرر کیا۔ اور جن لوگوں نے جزیہ قبول کر لیا اُن کی جان و مال کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضؓ نے شاہ ایران کے نام حیرہ سے اس مضمون کا خط لکھوا کر روانہ کیا۔

"خالدؓ کی طرف سے شاہ ایران کے نام! واضح ہو کہ اُس خدا کا شکر ہے جس نے تمہارے نظام کو درہم برہم تمہاری تدبیروں کو ناکام اور تم کو ابتر کر دیا ہے۔ اگر ہم خدا کے حکم سے ایسا نہ کرتے تو تمہارے حق میں اس سے زیادہ بُرا ہوتا۔ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ ہم تم کو اور تمہاری زمین کو چھوڑ دیں گے۔ اور دوسرے لوگوں کی طرف چلے جائیں گے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو آخر مجبور ہو کر تم کو ایسا کرنا پڑے گا۔ ہاں ان لوگوں کے ہاتھوں سے مجبور ہو کر جو موت کو اتنا ہی پسند کرتے ہیں۔ جتنا تم زندگی کو۔"

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے ایرانی مقبوضات کے مرزبانوں کے نام یہ اعلان جاری کیا۔

"اُس بزرگ و برتر خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا غرور، تمہاری سرکشی اور تمہاری قوت کو ذلیل و خوار کر دیا ہے

اور جس نے تم میں ابتری پیدا کر دی ہے۔ اور جس نے تمہاری عورتوں کو آوارہ اور تمہاری شوکت کو پاش پاش کر دیا ہے۔ تم لوگ اسلام قبول کر لو۔ محفوظ رہو گے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر ہماری پناہ میں آکر جزیہ ادا کرو۔ اور اگر یہ بھی قبول نہ ہو۔ تو پھر سمجھ لو کہ میں تمہارے مقابلہ پر ایسے لوگوں کو لایا ہوں جو موت کو اتنا ہی محبوب رکھتے ہیں جتنا تم حیات کو۔"

انہیں ایام میں ایران میں ایک اہم واقعہ رونما ہوا جس نے ایرانی قوت کو کمزور اور مسلمانوں کی طاقت کو بہت بڑھا دیا۔ اور وہ واقعہ ایران کا اندرونی اختلاف تھا اردشیر شاہ ایران مر چکا تھا۔ اور کسریٰ کے خاندان میں کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا جس کو بادشاہ بنایا جا سکے انہیں دنوں میں حضرت خالدؓ کا خط مدائن میں پہونچا۔ اور خاندان کسریٰ کی عورتوں نے مشورہ کر کے ایران کے ایک رئیس کو اس وقت تک کے لئے ایران کا نگراں اور محافظ مقرر کر دیا۔ جب تک کہ خاندان کسریٰ میں سے کوئی بادشاہ ہو۔ اس کا نام فرخ زاد تھا۔

فتح انبار

عراق کے جنوبی علاقہ کو فتح کر کے اور اس کے انتظامات کو مکمل کر کے حضرت خالدؓ نے شمالی عراق کی طرف توجہ کی۔ اس جانب حضرت خالدؓ سے دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق عیاض بن غنم کو روانہ کیا تھا اور

بہت دنوں سے ان کی کارروائیوں کی کوئی خبر نہ ملی تھی۔ چنانچہ خالدؓ
فوج لیکر حیرہ سے ان کی مدد کے لیئے روانہ ہوئے۔ اور حیرہ کے انتظام
کے لیئے قعقاع بن عمرو کو مقرر کر گئے۔

حیرہ سے روانہ ہوکر حضرت خالدؓ انبار کے مقام پر پہونچے۔
جو کوفہ کے شمال میں فرات کے کنارے پر ایک شہر تھا۔ یہاں کی فوج
کا افسر ساباط کا حاکم شیرزاد تھا۔ شیرزاد اپنی فوج کو لے کر قلعہ
میں داخل ہوگیا جس کے چاروں طرف گہری خندق تھی۔ حضرت خالدؓ
نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور تیر برسانے شروع کیئے۔ جب کئی دن
گذر گئے۔ تو حضرت خالدؓ نے فوج کے کمزور اونٹوں کو ذبح کرایا۔
اور ان کو قلعہ کی خندق میں ڈال کر پاٹ دیا۔ اور اس پر سے فوج کو
گذار کر قلعہ کی فصیل کے نیچے پہونچ گئے۔ شیرزاد نے جب یہ صورت
دیکھی تو صلح کا پیام بھیجا۔ اور اس شرط پر صلح ہوگئی کہ قلعہ سے نکلکر
تم لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر جہاں جی چاہے چلے جائیں۔ اور
کوئی سامان نہ لے جائیں۔ چنانچہ ایرانی تمام سامان کو چھوڑ کر قلعہ سے
نکل آئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہوکر بہمن جادویہ کے پاس چلے گئے۔
اور قلعہ و شہر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

فتح عین التمر

انبار سے فارغ ہوکر حضرت خالدؓ عین التمر
کی طرف متوجہ ہوئے۔ عین التمر انبار سے
تین منزل کے فاصلہ پر عراق کی خشکی میں ایک شہر ہے اور انبار کے

انتظام یہ زبرقان بن بدر کو مقرر کر گئے۔ عین التمر میں ایرانیوں کا ایک بڑا لشکر بہرام بن بہرام چوبین کی ماتحتی میں پڑا تھا۔ اور اس لشکر میں عرب کے قبائل نمر، تغلب اور ایاد کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ یہ عرب ان علاقوں میں ایرانی بادشاہ کے ماتحت رہتے تھے۔ ایرانیوں نے عرب قبائل کو اگلی صفوں میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے رکھا۔ اس لیے کہ وہ عربی طریقہ جنگ سے واقف تھے۔ حضرت خالدرضؓ نے عرب قبائل کے افسر عقہ بن ابی عقہ پر جو صفوں کو مرتب کر رہا تھا حملہ کر دیا۔ اور اس کو گرفتار کر لیا۔ عرب یہ دیکھ کر بغیر جنگ کئے ہوئے بھاگ گئے۔ بہرام نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ اور اس کا لشکر بھی بلا مقابلہ کئے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور قلعہ کو چھوڑ دیا۔ مفرور عرب قلعہ میں گھس گئے۔ اور خالدرضؓ سے امن طلب کی حضرت خالدرضؓ نے انہیں امن نہیں دیا اور سب کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور اس فتح کی بشارت دربار خلافت کو بھیجدی۔

فتح دومتہ الجندل

عین التمر کی فتح کے بعد حضرت خالدرضؓ عیاض بن غنم رضؓ کو مدد دینے کی غرض سے دومتہ الجندل کی جانب بڑھے۔ جو دومتہ الجندل کا محاصرہ کئے پڑے تھے۔ یہ دومتہ الجندل وہی مقام ہے جہاں حضور ؐ نے اپنی زندگی میں خالدرضؓ کو بھیجا تھا۔ خالدرضؓ نے وہاں پہونچکر اس کے حاکم اکیدر بن عبدالملک

کو گرفتار کرلیا تھا۔ اور حضورؐ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ اور حضورؐ نے اکیدر سے جزیہ پر صلح کرکے اس کو واپس بھیج دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس جانب عیاض بن غنم رضؓ کو بھیجا تھا۔ عیاض بن غنم دومۃ الجندل کے اطراف میں تھے کہ نصارائے عرب نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عیاض رضؓ نے اس کی اطلاع حضرت خالد رضؓ کو دی۔ حضرت خالد رضؓ عین التمر میں تھے کہ عیاض رضؓ کا یہ خط ان کو ملا۔ اور وہ فوراً دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوگئے۔

حالت یہ تھی کہ دومۃ الجندل کے ایک طرف عیاض بن غنم تھے اور دوسری جانب حضرت خالد بن ولید رضؓ۔ یہ صورت دیکھ کر اکیدر نے اپنے شریک حکومت جودی سے کہا " خالد رضؓ سے صلح کرلو اس جیسا تیز دست سپہ سالار میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ مگر جودی نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ اکیدر اس سے جدا ہو کر چلا گیا۔ اور جودی نے عیاض بن غنم پر حملہ کیا۔ حضرت خالد رضؓ اور عیاض رضؓ نے جودی کی فوج کو درمیان میں لیکر کچل ڈالا اور قلعہ پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ پھر خالد رضؓ نے اکیدر کو تلاش کیا۔ اور اس کے گرفتار ہوجانے پر اسکو مار ڈالا۔ اس لیے کہ اس نے عہد کو توڑ ڈالا تھا جو حضورؐ سے اس نے کیا تھا۔

حصید اور خنافس کے معرکے

دومۃ الجندل کی فتح کے بعد حضرت خالد رضؓ تو حیرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

اور ادھر یہ واقعہ رونما ہوا کہ عین التمر میں عرب کے جن قبائل کو حضرت
خالد رضؓ نے قتل کیا تھا اس سے جزیرہ کے عرب قبائل میں انتقام کے شعلے
بھڑک اٹھے عرب قبائل نے ایرانی حکومت کو مدد کے لیے لکھا چنانچہ
مدائن سے دو بڑی فوجیں آئیں اور انبار کی جانب بڑھیں۔ اور مقام
حصید و خنافس میں جو انبار کے قریب دو گاؤں تھے پہونچکر پڑاؤ ڈالا اسکی
اطلاع جب قعقاع بن عمرو کو ہوئی جن کو خالد رض حیرہ میں چھوڑ گئے
تھے۔ تو انہوں نے فوج کے دو دستوں کو ان کے مقابلہ کے لیے روانہ
کیا۔ یہ دستے حیرہ سے روانہ ہو کر ایسے مقام پر پہونچے کہ ایرانی لشکر
اور ریف کے مقام کے درمیان حائل ہو گئے۔

انہیں ایام میں حضرت خالد رض حیرہ پہونچے اور حالات سن کر قعقاع
بن عمرو رض اور ابولیلیٰ فدکی کو ایرانیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ یہ
دونوں اسلامی فوج سے جا ملے اور ایرانیوں پر زبردست حملہ کیا۔
بے شمار عرب اور ایرانی اس جنگ میں مارے گئے اور ان کے دونوں افسر
بھی قتل ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے حصید کے مقام پر جس قدر سامان تھا
لوٹ لیا۔ ایرانی یہاں سے بھاگ کر خنافس گئے جہاں مہبوذان مقیم تھا
ابولیلیٰ مفروروں کے نقش قدم پر روانہ ہوئے۔ اور مہبوذان اور
ایرانی لشکر کے آدمیوں کو مار کر مضیخ کی طرف بھگا دیا۔

مضیخ کا معرکہ

مضیخ کے مقام پر عربوں کی کچھ تعداد پہلے سے
جمع تھی۔ ادھر مہبوذان بہت سے مفروروں

کو لیکر پہونچ گیا۔ حضرت خالدرضؓ نے قعقاع اور ابیلےؔ کو لکھا کہ تم دونوں فلاں وقت مضیخ پر پہونچو۔ چنانچہ اُدہر سے وہ دونوں۔ اور ادہر سے حضرت خالدرضؓ ایک وقت پر مضیخ پہونچے۔ اور تینوں نے عرب قبائل پر حملہ کر دیا عرب کو سخت شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت خالدرضؓ نے بجیر تغلبی کی طرف توجہ کی جو ثنی کے مقام پر اپنا لشکر لئے پڑا تھا۔ اور اس پر شب خون مارا سخت نقصان پہونچا کر بھگا دیا۔ پھر بشر کی طرف روانہ ہوئے۔ جو عرب قبائل کی بڑی تعداد لئے پڑا تھا۔ حضرت خالدرضؓ نے اس پر بھی شب خون مارا۔ اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد مژدۂ فتح اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ کو روانہ کیا۔

فراض کا معرکہ

مضیخ سے حضرت خالدرضؓ فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ فراض، شام، عراق اور جزیرہ کا سرحدی مقام تھا اور یہاں رومیوں، ایرانیوں اور عربوں کا بھاری لشکر پڑا تھا۔ اس مقام پر پہونچکر حضرت خالدرضؓ نے دیکھا کہ سخت گرمی کا موسم ہے۔ اور ماہ رمضان[1] کا مہینہ لیکن بے روزہ کی حالت

[1] بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ فراض کا معرکہ ذیقعدہ ۱۲ھ میں ہوا تھا اور اس کی تائید میں یہ واقعہ پیش کیا ہے کہ فراض کے معرکہ کے بعد خالدؓ نے لشکر کو حیرہ کی طرف بھیج دیا اور خود مخفی طور پر حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور اس قدر تیزی سے حج کر کے واپس آئے کہ وہ فوج کے حیرہ پہنچنے سے پہلے (ہی) حیرہ تک پہنچ [illegible] خالدؓ ان سے جا ملے تھے ۱۲ منہ

میں مسلمان اطمینان سے جنگی کارروائی جاری نہ رکھ سکیں۔ اس لیے حضرت خالدرضؓ نے روزہ افطار کرنیکا حکم دیدیا۔

مسلمانوں نے فراض کے ایرانیوں، رومیوں اور عربیوں پر سخت حملہ کیا اور بہت زیادہ وقت صرف نہ ہوا تھا کہ اُن کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اس کے بعد حضرت خالدرضؓ نے فوج کو حیرہ کی طرف روانہ کردیا۔ اور خود پیچھے رہ گئے۔ اور ظاہر کیا کہ میں ساقہ (فوج کا آخری حصہ) کے ہمراہ آؤں گا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد حضرت خالدرضؓ ساقہ کو چھوڑ کر حج کرنے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور اس سے پہلے کہ ساقہ حیرہ میں داخل ہو۔ حج کر کے واپس آگئے۔ اور ساقہ میں شامل ہوگئے۔ یہ روایت قرین قیاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ عراق اور مکہ معظمہ کے درمیان طویل مسافت ہے۔ اس قدر جلد نہ تو خالدرضؓ پہونچ سکتے تھے اور نہ واپس آسکتے تھے۔

خالدرضؓ کی روانگی شام کی طرف

انہیں ایام میں یعنی ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکررضؓ نے حضرت خالد بن ولیدرضؓ کو عراق سے شام کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اور لکھا کہ تم شام پہونچکر وہاں کے اسلامی لشکر کی مدد کرو۔

حضرت خالد رضؓ نے یہ حکم پاکر عراقی لشکر کا سپہ سالار مثنیٰ ابن حارثہ کو مقرر کیا۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ کی ہدایت کے مطابق دس ہزار عراقی فوج لیکر شام کی طرف روانہ ہوگئے۔

بابل کا واقعہ

حضرت خالد رضؓ کے جانے کے بعد مثنیٰ ابن حارثہ رضؓ نے حیرہ میں قیام کیا۔ اور مُلک کے انتظام میں مصروف ہوگئے۔ اس وقت ایران کا بادشاہ شہریران بن اردشیر تھا حضرت خالدؓ کی روانگی کی خبر پاکر اس نے مثنیٰ ابن حارثہ کے مقابلہ کے لئے ایک جرار لشکر روانہ کیا جس کا سپہ سالار ہرمز تھا۔

مثنیٰ نے ایرانی لشکر کی آمد کی خبر پاکر اپنی ماتحت فوج کو بابل کی طرف بڑھایا۔ بابل دریائے فرات کے مشرق میں ایک قدیم شہر تھا۔ آجکل اس کے کھنڈرات کے سامنے شہر حلہ آباد ہے۔ اور شہر بابل پہونچکر پڑاؤ ڈالدیا۔ ہرمز ایرانی لشکر لیکر آیا اور مسلمانوں سے مقابلہ کیا۔ فریقین کے درمیان خونریز معرکہ ہوا لیکن چونکہ مسلسل شکستوں نے ایرانی فوج کی ہمت کو پست کر دیا تھا۔ اس لئے چند ہی حملوں کے بعد ایرانی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ گئے۔ اس شکست کے بعد ہی شہریران ایرانی بادشاہ مر گیا۔ اور ایران کے اندرونی معاملات میں اختلاف پیدا ہوگئے اور ان اختلافات نے ایرانیوں کو مسلمانوں کی طرف سے متوجہ ہونے دیا اور مسلمان اطمینان سے اپنے مقبوضات کا انتظام

کرتے رہے۔

حضرت مثنیٰ ابن حارثہ رضؓ بدستور سابق بصرا انتظام میں مشغول ہوگئے۔ انہیں ایام میں مسلسل کئی روز تک مدینہ سے خبر نہ آنے سے مثنیٰ رضؓ کو تردد پیدا ہوا۔ اور بشیر بن خصاصہ کو فوج کا افسر مقرر کر کے حالات معلوم کرنے اور یہ دریافت کرنے کہ مرتدین میں سے جن لوگوں کا اسلام بہترین ثابت ہوا ہے اور وہ توبہ پر قائم رہ کر بہترین کام کر رہے ہیں۔ ان سے فوجی اور جنگی کاموں میں مدد لی جائے یا نہیں۔ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

مدینہ پہونچکر مثنیٰ ابن حارثہ رضؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضؓ بیمار ہیں۔ وہ فوراً حضرت ابوبکر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا حضرت ابوبکر رضؓ نے تمام باتوں کو سُن کر حضرت عمر رضؓ کو بلوایا اور فرمایا۔

"ممکن ہے آج ہی میرا انتقال ہوجائے۔ جب میں مرجاؤں تو تم شام ہونے سے پہلے مثنیٰ ابن حارثہ رضؓ کے ساتھ لشکر فراہم کر کے روانہ کر دینا۔ میری موت کی مصیبت تم کو امر دین کی انجام دہی سے باز نہ رکھے۔ میں نے حضور صلعم کی مصیبت کو دیکھا ہے۔ اور تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے کیا کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مخلوق پر ایسی مصیبت کبھی نہیں آئی۔ پھر جب شام پر خداوند تعالیٰ تم کو فتح مرحمت فرمائے تو تم عراقی فوج کو عراق واپس کر دینا۔ اس لئے کہ وہ عراق ہی کے لئے ہے۔"

ایرانی حکومت سے جو جنگی کارروائیاں شروع ہوئی تھیں حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں ان کا سلسلہ یہیں تک پہونچا تھا۔ یعنی ایران کے مقبوضات میں سے وہ تمام سرسبز و شاداب علاقہ جو مغربی فرات میں واقع تھا۔ اور جس کو ملحقِ عراق کہا جاتا تھا۔ اسلامی مقبوضات میں شامل ہو گیا تھا۔ اور نہر فرات ایرانی اور اسلامی مقبوضات کے درمیان حائل تھی۔

چھٹی فصل

فتوحاتِ شام

رُوم کی سلطنت جس کے مقبوضات میں شام فلسطین اور مصر وغیرہ کے تمام مُلک شامل تھے اس زمانہ میں ایران کے بعد سب سے بڑی سلطنت سمجھی جاتی تھی۔ اور یہی دُوسرا شیر تھا جس کو زیر کرنے کی فکر حضرت ابوبکرؓ کو ہر وقت رہا کرتی تھی۔ اس سے پہلے کہ ہم ان واقعات کو ہدیۂ ناظرین کریں۔ جو مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پیش آئے۔ روم کی مختصر قدیم تاریخ حوالۂ قلم کر دینا چاہتے ہیں تاکہ یہ اندازہ کیا جا سکے کہ عرب کی بادیہ نشین اور بے سر و سامان قوم نے جس کے پاس اسلام کے سوا کوئی دولت نہ تھی کس طرح دُنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتوں کو پارہ کر کے ان پر قبضہ کیا تھا۔

رُوم کی قدیم تاریخ

محققین تاریخ نے رُوم اور یونان کی لاطینی قوم کو حضرت نوح عہ کے بیٹے یافث کی اولاد میں شمار کیا ہے۔ یافث کا ایک بیٹا یاخان تھا جس کو عرب نے معرب کرکے یونان بنالیا تھا۔ اسی یاخان کی اولاد سے یونان اور رُوم کی قومیں دُنیا میں پھیلیں۔ یاخان یا یونان کے پانچ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک بیٹے کا نام الیشائی تھا۔ اسی الیشائی کے چھ بیٹوں کی نسل رُومی کہلاتی ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ یاخان کے تین بیٹوں سے یونانی، رُومی اور لاطینی نسلیں پھیلیں۔ یعنی اغریقش بن یافان کی اولاد سے اغریقی (یونانی) روم بن یاخان کی نسل سے رومی اور لطین بن یاخان کی نسل سے لاطینی۔

رُومی سلطنت: سب سے پہلے فنس بن شطرنس بن الوینے قائم کی تھی۔ جو بنو اسرائیل کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اور لاطینی کہلاتا ہے۔ فنس کے بعد اس کا بیٹا بریاسش تخت نشین ہوا۔ چونکہ لاطینی (رومی) اور اغریقی (یونانی) قوموں میں ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ اس لئے ایک دوسرے کو تباہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ رومی بادشاہ اناسش کے زمانہ میں جو بریاسش کی اولاد میں سے تھا۔ یونانیوں نے ان کے دارالسلطنت طروایہ کو تباہ کردیا۔ اور اناسش کے بیٹے اشکانیش نے شہر البا کو آباد کرکے اپنا صدر مقام بنایا۔ اشکانیش کی اولاد میں سے برقاش رومی سلطنت کا بادشاہ ہوا جس کے دو بیٹے برپاس اور اولش تھے یکے بعد دیگرے تخت نشین

ہوئے۔ ان میں سے رولس نے شہر روما کو آباد کیا۔ جو اس وقت دُنیا میں سب سے بڑا شہر سمجھا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کی لمبائی ۲۰ میل اور چوڑائی بارہ میل تھی۔ اور شہر پناہ کی دیوار زمین سے ۴۸ گز بلند۔ اور ۱۰ گز چوڑی تھی۔ یہی وہ شہر ہے جو روم کے بادشاہوں کا ظہور اسلام تک دار السلطنت رہا ہے۔

رولس اور ملس کی نسل میں سے دو چار پشتوں نے شخصی حکومت کی اس کے بعد رومی سلطنت کا نظام بدل دیا گیا۔ اور جمہوری حکومت بنا دی گئی یعنی وزرا کی ایک جماعت جس کی تعداد ستر ہوتی تھی بلکہ باہمی مشورہ سے حکومت کرتی تھی۔ رومی حکومت کا یہ طرز حکومت تقریباً ۵۰۰ برس تک رہا اس عرصہ میں رومی سلطنت نے بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں۔ یونان اور ایران سے مقابلے ہوئے اور اس کی فوجوں نے تمام مصر، اندلس اور صقلیہ پر قبضہ کر لیا پھر رومی فوجیں افریقہ میں گھس گئیں۔ اور شہر قرطاجنہ کو تباہ و برباد کر کے افریقہ پر قابض ہو گئیں لیکن افریقہ والوں نے بھی رومیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ وہ اپنے ملک سے نکلے اور رومہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ۱۶ سال تک یہ فتنہ و فساد جاری رہا۔

ایک اور روایت ہے کہ رولس بانی شہر رومہ عیصو بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد میں سے تھا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معاصر تھا۔ آپ نے حضرت داؤد کے اثر و اقتدار سے خوفزدہ ہو کر شہر رومہ کو آباد کیا اس کے بعد اس کی نسل سے چار بادشاہ ہوئے۔ اور پھر رومیوں نے

اس شخصی حکومت کا خاتمہ کر کے جمہوری سلطنت قائم کرلی۔ اور تین سو بیس معزز اشخاص کے ہاتھوں میں انتظام دیدیا گیا جن کا انتخاب ہر سال ہوا کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ روم کی جمہوری حکومت سات سو برس تک قائم رہی پھر یافان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے لوشش بن غالش ظاہر ہوا جو اپنی ماتحت جمعیت کو لیکر اندلس گیا۔ اور افریقیوں اور جلالقہ سے جنگ کی اور بہت کافی فوج فراہم کر کے برطانیہ اور اشبونیہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد وہ روما میں آیا اور اپنی خاندانی حکومت پر قبضہ حاصل کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ ملک کی اس جماعت کو جو اس وقت حکومت کر رہی تھی جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے لوشش کو قتل کر دینا چاہا۔ لیکن انہیں ایام میں لوشش کا بھائی اندلس سے ایک گرانقدر فوج لیکر تمام مقامات قبضہ کر لیا۔ اسی لوشش کا لقب قیصر ہے جس کے خاندان میں رومی سلطنت نے عروج و اقتدار حاصل کیا اور بادشاہ وقت کا لقب قیصر مشہور ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ لفظ قیصر لفظ جاشر کا معرب ہے جس کے معنی "پھاڑ لیا" لوشش کی ماں وضع حمل کے وقت چونکہ مر گئی تھی۔ اس کا پیٹ چاک کر کے اس کو نکالا گیا تھا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ مجھکو کسی عورت نے نہیں جنا۔ اور اسی وجہ سے اس کا لقب قیصر ہوا۔ اسی کے عہد حکومت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے قیصر لوشش کے بعد طیباریس حکمراں ہوا۔

جس نے شام کے شہر طبریہ کو تباہ کیا۔ اسی کے زمانہ میں حضرت مسیح ع کا
ظہور ہوا۔ اور یہود نے ان کے خلاف پوری قوت سے کام لیا۔ چونکہ
بیت المقدس میں طبارئیس قیصر روم کا حاکم یہود کا سردار بلاطن تھا۔ اس
لئے اس نے مسیح ع اور مسیحیوں پر سخت ظلم کئے۔ حضرت مسیح ع کو خدا
نے زمین سے اٹھا لیا۔ اور ان کے حواریوں نے مسیحیت کی تبلیغ جاری رکھی
طبارئیس کو مسیحیت کی تعلیم کا علم ہوا تو اس نے دین مسیحی اختیار کر لینے پر
آمادگی ظاہر کی لیکن اس کی قوم نے اس کو اس سے باز رکھا۔ طبارئیس کے بعد
اس کا بھائی غانیش رومی سلطنت کا بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں
مسیحیوں پر بڑے بڑے ظلم ہوئے۔ اور بہت سے مسیحی سردار مارے گئے لیکن
شاہی خاندان کی ایک عورت نے ایک مسیحی کی تحریک سے دین مسیحی اختیار کر لیا۔
غانیش کے بعد طبارئیس کا بیٹا قلودیش حکمران ہوا۔ اس کے عہد میں
متی حواری مسیح ع نے عبرانی زبان میں انجیل لکھی۔ جس کا ترجمہ رومی زبان
میں یوحنا حواری نے کیا۔ اور پطرس حواری نے اپنی انجیل رومی زبان
میں اپنے شاگرد مرقس کے نام سے لکھی تیسری انجیل لوقا نے لکھی۔
قلودیش نے دین مسیحی اختیار کر لیا تھا۔ لیکن صلیب کو نمایاں کرنے
کی کارروائی میں ناکام رہا۔ اور مر گیا پھر اس کا بیٹا نیرون بادشاہ
ہوا۔ یہ سخت ظالم بادشاہ تھا۔ اس کے زمانہ میں مسیحیوں نے جتنی
ترقی کی تھی۔ اس نے سب کو خاک میں ملا دیا۔ اور مسیحیوں کی بڑی
تعداد کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح اس نے یہود کو تباہ و برباد کیا۔ اور

ان کے قلعوں کو زمین کے برابر کر دیا۔ اس کے ظلم و ستم سے ملک میں بغاوت پھیل گئی۔ اور برطانیہ نے اس کی حکومت کا جوا اتار کر آزادی حاصل کر لی نیرون کی سپاہ بیت المقدس کا محاصرہ کئے پڑی تھی کہ کسی سپاہی نے اس کو مار ڈالا۔

نیرون کے قتل کے بعد مختلف لوگ رومی حکومت کے انتظام پر قابض رہے۔ جن میں سے بعض شاہی خاندان میں سے تھے۔ اور بعض غیر شاہی خاندان سے۔ یہاں تک کہ رومی سلطنت کی ابتدا سے قسطنطین قیصر روم کے عہد حکومت تک ۳۹ انتالیس بادشاہ ہوئے جنہوں نے بقول مؤرخ مسعودی رح چار سو ستاسی برس نو ماہ چھ یوم سلطنت کی۔ ان میں سے اکثر بادشاہ بت پرست اور مجوسی تھے۔ قسطنطین نے دین مسیحی اختیار کیا۔ اور رومی سلطنت مسیحی سلطنت قرار پا گئی۔

قسطنطین کے عہد حکومت میں رومی سلطنت کافی وسیع تھی یعنی بحر روم پر اندلس سے لیکر رومہ تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ اور قسطنطینیہ، شام، مصر، افریقہ اور اسکندریہ کے تمام ملک اس میں داخل تھے۔

قسطنطین کا باپ قسطنطیش تیلاہ یانوش روم کے آخری بادشاہ کا بھتیجا تھا۔ بعض مؤرخین نے تیلاہ یانوش کا نام دیوقاریان لکھا ہے اسی دیوقایان یا تیلاہ یانوش کو معزول کر کے رومیوں نے قسطنطیش کو اپنا بادشاہ بنایا تھا جس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قسطنطیش

تخت نشین ہوا۔ اور اپنی حکومت کے بارہویں سال دین مسیحی اختیار کرلیا۔
پھر اس نے قدس کے یہود کو دین مسیحی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہود
نے دکھانے کو تو دین مسیحی قبول کرلیا۔ لیکن باطن میں یہودی بنے رہے۔
قسطنطین کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے بہت سے یہودیوں کو قتل کرڈالا۔
اسی قسطنطین نے شہر بیزنطیہ کو آباد کرکے اپنے نام پر اس کا نام قسطنطینیہ
رکھا قسطنطین نے اپنی وسیع حکومت کو تین حصوں میں منقسم کرکے اپنے
تین بیٹوں میں تقسیم کردیا تھا۔ اور قسطنطین صغیر کے حصہ میں قسطنطنیہ اور
اس کے متعلقات آئے تھے۔

قسطنطین ثانی یہ صغیر کے بعد اس کا چچازاد بھائی یولیاش یا الیاش
حکمران ہوا۔ اس نے مسیحی دین کو ترک کردیا۔ اور بت پرستی اختیار کرلی۔
اور مسیحیوں پر سخت ظلم کیے۔ اور ان کے گرجے تباہ و برباد کرادیے اسکے
بعد اس کے سالار یوشانوش کو اس شرط پر بادشاہ بنایا گیا کہ وہ
دین مسیحی اختیار کرے۔
چنانچہ اس نے مسیحیت کو قبول کرلیا۔ پھر والیش اور اس کے بعد اغرایانوس
اس کا بھائی حکمران ہوا۔ پھر تادواسیوس حکمران ہوا۔ اسی کے زمانہ
میں اصحاب کہف کا ظہور ہوا۔ یہ سات آدمی تھے۔ جو زمانہ دقیانوس
بادشاہ میں شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور تین سو نو سے برس تک پڑے
سوتے رہے تھے۔ تادواسیوس کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے
اصحاب کہف کو تلاش کرایا۔ وہ مردہ پائے گئے۔ اس نے اس جگہ پر

گرجا بنا دیا۔ اور اس دن کو عید کا دن مقرر کیا۔

تادوسیوس نے جس کا نام بعض مورخین نے خودوشیش بھی لکھا ہے سترہ برس حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ارکاڈیش حکمراں ہوا۔ پھر اس کا بیٹا طودیشیش اصغر بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں ایران سے عرصہ تک جنگیں جاری رہیں۔ پھر قیصر مرقیال حکمراں ہوا۔ اس کے بعد لاون کبیر اور پھر لاون صغیر بادشاہ ہوگئے۔ پھر زینوں یا سینوں بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد نسطاسش حکمراں ہوا۔ پھر یسطیالش حکمراں ہوا۔ اس کے بعد یسطینیاس بادشاہ ہوا۔ پھر یسطیفش بادشاہ ہوا۔ جو نوشیرواں شاہ ایران کا معاصر تھا۔ اس کے بعد طیباریش بادشاہ ہوا۔ جو ہرمز بن نوشیرواں شاہ ایران کا معاصر تھا۔ پھر موریکش حکمراں ہوا۔ اس کے زمانہ میں ہرمز شاہ ایران کو بہرام نے تخت سے اُتار دیا تھا۔ اور خود حکمراں بن بیٹھا تھا۔ ہرمز کے بیٹے پرویز نے موریکش سے مدد طلب کی۔ موریکش نے ایران پر حملہ کرکے بہرام کو مار ڈالا۔ اور ملک پرویز کے حوالہ کردیا۔ پھر موریکش کو قسطنطنیہ کے بطریق فوقا نے ایک غلام سے قتل کرا کے خود ملک پر قبضہ کرلیا۔ اور موریکش کی تمام اولاد اور خاندان کے لوگوں کو مروا ڈالا۔ صرف ایک لڑکی جس کی شادی موریکش نے پرویز شاہ ایران سے کردی تھی۔ اور ایک لڑکا جو اسپ سکبر طورسینیا چلا گیا تھا۔ باقی بچے۔ پرویز کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ لشکر لیکر قسطنطنیہ پر چڑھ گیا۔ اور قسطنطنیہ کو محاصرہ میں لیلیا یمقام علولیا کے بطریقوں نے

نے مشورہ کرکے ہرقل کو سامان دیکر قسطنطنیہ بھیجا۔ رومیوں نے اس کو اپنے مشورہ میں شامل کرلیا۔ اور فوقا یا فوقاتس حاکم کو مار ڈالا۔ اور پھر ہرقل کو بادشاہ مقرر کردیا۔ ہرقل نے حکمتِ عملی سے پرویز کو ٹال دیا۔ اور قسطنطنیہ پر حکومت کرنے لگا۔ مورخین کا بیان ہے کہ ہرقل کی حکومت سنِ ہجری کے آغاز سے اور بعض کہتے ہیں ۹ھ سے شروع ہوتی ہے۔

ایک محقق کا قول یہ ہے کہ یسٹینیانس کے عہد میں حضورؐ کی ولادت ہوئی۔ اور ہرقل کی حکومت کے گیارہویں سال سنِ ہجری کا آغاز ہوا۔ یہی وہ ہرقل ہے جس کے زمانہ میں حضورؐ نے شامی علاقوں پر حملہ کیا اور پھر حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد میں مسلمانوں نے شام پر قبضہ کیا۔

حضورؐ کے عہد کا ایک خاص واقعہ

ایران اور روم کی حکومتوں میں ہمیشہ سے لڑائی جھگڑا چلا آتا تھا کبھی ایران روم کے مقبوضات پر حملہ کرتا اور قابض ہو جاتا اور کبھی رومی ایرانیوں کے مقبوضات پر حملہ آور ہو لیتے اور قبضہ کر لیتے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ حضورؐ کی بعثت کے بعد وقوع میں آیا یعنی خسرو پرویز شاہ ایران کے عہدِ حکومت میں رومی مقبوضات پر حملہ کیا گیا اور ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دیکر ان کے بہت سے ملکوں پر قبضہ کرلیا۔ ایرانی چونکہ بت پرست اور رومی اہلِ کتاب مسیحی تھے۔ اس لئے کفارِ قریش بت پرست ایرانیوں کی فتح سے بہت خوش ہوئے۔ اور مسلمانوں کو چڑانے اور روحی اذیت پہنچانے کیلئے یہ کہنا شروع کیا کہ ایرانیوں نے اہلِ کتاب پر فتح

حاصل کرلی۔ ہم بھی مسلمانوں پر فتح حاصل کریں گے۔ مسلمانوں کو ان طعن آمیز الفاظ سے بہت رنج ہوا۔ یہاں تک کہ حضورؐ بھی اس قسم کے طعنوں سے متاثر ہوئے۔ اس پر یہ آیات خداوند تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئیں۔

الم غلبت الروم فی ادنی الارض — رومی قریب کے ملک (ایران) میں

وہم من بعد غلبہم سیغلبون — مغلوب ہوگئے ہیں لیکن اپنے مغلوب ہونے کے چند سال بعد ہی پھر غالب ہو جائیں گے

ان آیات سے مسلمانوں کا رنج وغم جاتا رہا۔ اور چند سال بعد رومیوں نے ایرانیوں پر حملہ کرکے اپنے تمام ملک کو واپس لے لیا۔ اور ایرانیوں کو سخت شکست دی۔ پھر جب پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے مار ڈالا اور ایران کے تخت پر قابض ہوگیا۔ تو اس نے رومی سلطنت سے اپنے تعلقات کو دوستانہ بنالیا۔ اور پچھلی جنگوں میں جو چیزیں ایرانیوں نے رومیوں سے چھین لی تھیں ان سب کو واپس کردیا۔ ہرقل شاہ روم اس سے بہت خوش ہوا۔ اور ایران و روم کی پرانی عداوت کے دوستی میں بدل جانے کا شکریہ ادا کرنے بیت المقدس میں حاضر ہوا۔ اور اسی زمانہ میں حضورؐ کا وہ گرامی نامہ جو حضورؐ نے شاہ روم کو دعوت اسلام کے سلسلہ میں لکھا تھا ہرقل کے پاس بیت المقدس موصول ہوا۔

رومیوں سے جنگی کارروائیوں کا آغاز

سنہ ۶ھ میں جیساکہ بیان کیا جاچکا ہے حضورؐ نے سلاطین ممالک کے نام اسلام کے دعوتی

خطوط لکھے تھے۔ چنانچہ ان کے قیصر ہرقل کے نام بھی ایک خط تھا جو ہرقل کو بیت المقدس میں ملا تھا۔ اور اسی قسم کا ایک خط حضورؐ نے قیصر ہرقل کے عامل بلقا ر واقع شام حارث بن ابی شمر غسانی کے نام بھیجا تھا۔ حارث نے حضورؐ کی اس خیر خواہی کو بری نظر سے دیکھا اور حضورؐ سے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ قیصر ہرقل کو جب اس کے ارادہ کی خبر ملی تو اس نے جنگ سے منع کر دیا۔

۸ھ میں حضورؐ نے شام کی جانب ایک لشکر روانہ کیا جس کے افسر زید بن حارثہ رضؓ تھے۔ اور یہ لشکر کشی اسلام میں غزوہ موتہ کہلاتی ہے۔ رومیوں نے اس لشکر کی آمد کی خبر پاکر ایک لاکھ سے زیادہ آدمی مقابلہ کے لئے جمع کر لیے۔ اس غزوہ میں حضرت زید بن حارثہ رضؓ جعفر بن ابی طالب رضؓ اور عبداللہ بن رواحہ رضؓ شہید ہوئے۔ آخر اسلامی لشکر کو چاروں طرف سے گھرا ہوا پاکر حضرت خالد بن ولید رضؓ نے فوج کو اپنی ماتحتی میں لیا۔ اور بہترین جنگی تدبیر سے اس کو مخالفوں کے درمیان سے نکال لائے۔

۹ھ میں حضورؐ نے خود رومیوں پر حملہ کرنے کے لیئے ایک لشکر گرانقدر مرتب کیا۔ اور مدینہ سے روانہ ہو کر مقام تبوک پر پہونچے لیکن رومی مقابلہ پر نہ آئے۔ حضورؐ نے تبوک پر ٹھہر کر ایلہ کے حاکم یوحنا بن دوبہ اور جوبار واذرح مقامات کے عاملوں سے جزیہ پر صلح کر لی۔ ہرقل کو یوحنا کی اس صلح کا علم ہوا تو اس نے

اس کو پھانسی دلوادی اور نعش کو آبادی میں لٹکوادیا۔

سلھ میں حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کے قتل کا انتقام لینے کے لیے ایک لشکر زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہؓ کی ماتحتی میں تیار کیا۔ اور قبائل انبار و قضاعہ کی طرف روانہ کرنا چاہا کہ انہیں ایام میں آپ بیمار ہو گئے۔ اور لشکر کی روانگی رُک گئی پھر حضورؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اسامہؓ کے لشکر کو سب سے پہلے روانہ کیا۔ وہ گئے اور قضاعہ کے قبائل کو شکست دیکر کامیاب واپس آئے۔

شام کی جانب لشکر کشی

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مقام ذی القصہ میں گیارہ لشکر ترتیب دیئے تھے۔ اور ان کو مرتدین کی سرکوبی کے لیئے مختلف مقامات پر روانہ کیا تھا۔ ان میں سے دو لشکر شام کیطرف روانہ کیئے گئے تھے۔ ایک عمرو بن العاصؓ کی ماتحتی میں قبائل قضاعہ کی طرف اور دوسرا خالد بن سعید بن العاصؓ کی ماتحتی میں مشارف (بالائی) شام کی طرف۔ حضرت عمرو بن العاصؓ تو قبیلہ قضاعہ میں پہلے اور لوگوں کو فتنۂ ارتداد سے بچا کر ان سے صدقات وصول کرنے کا کام کرتے رہے۔ اور خالد بن سعید بن العاصؓ شام کے بالائی حصّہ میں کام کرتے رہے حضرت ابوبکرؓ نے چند روز کے بعد ان کے نام یہ حکم بھیجا کہ۔

"تم تیار ہیں ٹھہرے رہو اور عرب مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ

کرو۔ اور جب تک کوئی خود تم سے نہ لڑے تم کسی سے نہ لڑو"۔

یہ حکم پاکر خالد بن سعیدؓ نے مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور ایک بڑی جمعیت فراہم کرلی۔ ہرقل قیصر روم کو جب اس کی خبر پہونچی تو اس نے اپنے عرب قبائل بہرا، سلیح، کلب، لخم، جذام اور غسان کو حکم دیا کہ وہ فراہم ہوکر مسلمانوں سے لڑیں۔ خالد بن سعید رضؓ کو یہ خبر ملی تو وہ لشکر لے کر قبائل مذکور کی آبادیوں کی طرف بڑھے۔ اور وہ اسلامی لشکر کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور خالد بن سعید رضؓ نے ان کے گھروں پر قبضہ کرلیا۔ اور اس کی اطلاع حضرت ابوبکر رضؓ کی خدمت میں بھیجدی۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے حکم دیا کہ "آگے بڑھو"۔ چنانچہ خالد رضؓ لشکر لیکر آگے بڑھے اور رومی بطریق ماہان ایک جمعیت لیکر ان کے مقابلہ پر آیا۔ فریقین کے درمیان جنگ ہوئی۔ آخر ماہان شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اور اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس فتح کی اطلاع دربار خلافت کو دیگئی اور مدد طلب کی گئی۔

خالد بن سعید رضؓ کا خط حضرت ابوبکر رضؓ کو ملا۔ تو انھوں نے شام کی طرف خصوصیت سے توجہ کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسلامی لشکر مرتدین کی سرکوبی کرکے مدینہ واپس آرہے تھے۔ چنانچہ یمن کا لشکر مدینہ پہونچ چکا تھا۔ اور عکرمہ رضؓ بن ابی جہل بھی تہامہ اور بحرین سے فارغ ہو کر آچکے تھے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے مہم شام پر یا ہو کرنے کے لئے جن لوگوں کو انتخاب کیا تھا ان میں حضرت عمرو بن العاص رضؓ بھی تھے جن کو حضرت

ابوبکر رضؓ نے قبائل قضاعہ کے صدقات وصول کرنے پر مامور کر دیا تھا۔
چنانچہ ان کو بلانے کے لئے حضرت ابوبکر رضؓ نے یہ خط لکھا۔

"حضورؐ نے جس خدمت پر ایک مرتبہ تم کو مامور فرمایا تھا۔ اور پھر دوبارہ مقرر فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا میں نے اس وعدے کے مطابق تم کو دوبارہ اس خدمت پر مقرر کر دیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس خدمت سے تم کو سبکدوش کر کے ایک اور کام پر لگاؤں جو تمہاری دنیا اور تمہارے دین دونوں کے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم اپنی موجودہ خدمت کو زیادہ محبوب نہ رکھتے ہو"

اس کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے لکھا کہ :-

"میں اسلام کا ایک تیر ہوں۔ اور اللہ کے بعد آپ اس کے چلانے یا پھینکنے والے ہیں پس جس مقام پر آپ اس کو چلانا بہتر سمجھیں چلائیں"

یہ خط پا کر حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کو بلا لیا اور ان کے مدینہ پہونچ جانے پر چار لشکر ترتیب دیئے۔ ایک لشکر عمرو بن العاص رضؓ کی ماتحتی میں دیا۔ اور اس کو فلسطین کی جانب روانہ کیا۔ اور دوسرا لشکر شرحبیل بن حسنہ کی ماتحتی میں۔ اور اس کو اردن کی جانب روانہ کیا۔ اور تیسرا یزید بن ابی سفیان کی ماتحتی میں اور اس کو بلقا کی جانب روانہ کیا۔ جہاں خالد بن سعید رضؓ اپنا لشکر لئے پڑے تھے۔ اور یزید کے ساتھ ان کو کردیا

معاویہ بن ابی سفیان رضؓ کو بھی بھیجا۔ اور چوتھا لشکر امین الامت حضرت ابو عبیدہ عامر بن جراح رضؓ کی ماتحتی میں۔ اور اس کو حمص کی جانب روانہ کیا۔ چنانچہ یہ سب لشکر اپنے مقامات کی جانب روانہ ہوگئے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے ان لشکروں کو روانہ کرتے وقت ان کو قیمتی نصائح کیں۔ ان نصائح میں یزید بن ابی سفیان رضؓ کو جو نصیحت حضرت ابوبکر رضؓ نے کی تھی۔ اس کو ہم اس موقعہ پر درج کرتے ہیں کیونکہ یہ نصائح اس قابل ہیں کہ ہر امیر لشکر ان کو اپنا دستور بنائے۔

"میں نے تم کو مسلمانوں کا افسر اس لئے مقرر کیا ہے کہ اس بارے میں میں تمہارا امتحان لوں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو۔ اگر تم نے اچھا برتاؤ کیا تو تم کو دوبارہ تمہاری خدمت پر مقرر کیا جائے گا۔ اور مرتبہ بلند کیا جائیگا۔ اور اگر برا برتاؤ کیا تو علیحدہ کر دیا جائیگا۔ تمہارا فرض ہے کہ تم خدا سے ڈرتے رہو۔ اللہ باطن کو بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو۔ بہترین شخص اللہ کے نزدیک وہ ہے جو خدا سے محبت رکھتا ہو۔ اور بہترین وہ شخص ہے جو اپنے نیک اعمال سے خدا کے قرب کا خواستگار رہو۔ میں تم کو خالد بن سعید بن العاص رضؓ کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔ تم عہد جاہلیت کی تمام معیوب باتوں کو ترک کر دو کیونکہ اللہ کو نہ یہ باتیں

پسند ہیں اور بیزار ان کے کرنے والے۔
جب تم لشکر لیکر روانہ ہو تو ان کی حسن صحبت کا خیال رکھنا۔ یعنی لشکر والوں کی صحبت اچھی نبانا۔ ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اور بھلائی کا وعدہ کرنا۔ اور جب تم ان کو نصیحت کرو تو مختصر الفاظ میں نصیحت کرنا کیونکہ بہت سی باتیں سمجھائی جاتی ہیں۔ تو وہ بھول جاتے ہیں۔ اپنی حالت کو درست رکھو۔ تاکہ تم کو دیکھکر لوگ اپنی حالت کو درست رکھیں۔ نماز کو پابندی کے ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا۔
جب تمہارے پاس دشمن کے قاصد آئیں تو ان کی عزت کرنا۔ اور انہیں اپنے پاس بہت کم ٹھہرانا کہ ان کو لشکر میں آنیکے بعد جانے تک لشکر کا حال معلوم نہ ہو۔ ان کو اپنا لشکر نہ دکھانا۔ کہ وہ تمہاری کمزوریوں سے واقف ہو جائیں اور ان کو ایسی جگہ ٹھہرانا جہاں تمہارا ساز و سامان کثیر تعداد میں ہو کسی دوسرے کو ان سے گفتگو کرنیکا موقع نہ دینا۔ صرف تم ہی ان سے گفتگو کرنا۔ اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھنا۔ کوئی مشورہ طلب کرے تو سچی بات کہنا اور مخلصانہ سچا مشورہ دینا۔ اپنے مشیروں سے کوئی بات نہ چھپانا۔ رات کو اپنی فوج کے دستوں سے باتیں کرنا۔ تم کو ان کی باتوں سے بہت سی خبریں معلوم ہوں گی۔ اور بہت سے اسرار ظاہر

ہوں گے۔ فوج کی حفاظت کے لئے زیادہ تعداد میں محافظ مقرر
کرنا۔ سامنے پیش گاہوں میں محافظوں کو پھیلا دینا اور کبھی کبھی
اچانک ان کے پاس پہونچکر ان کی حالت دیکھتے رہنا کہ وہ
ہوشیار ہیں اور اپنی خدمت پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ ان میں سے
جن کو غافل پانا خوبی کے ساتھ بازپرس کرنا۔ اور زیادہ سخت سزا
نہ دینا۔ رات اور دن کے پہرہ دار بدلتے رہنا۔ رات کو ابتدائی حصہ
کا پہرہ نصف رات سے زیادہ رکھنا اور آخری رات کا پہرہ کم رکھنا۔
اس لئے کہ ابتدائی رات کا پہرہ دن کے قرب کے سبب آسان
ہوتا ہے۔ اور آخری رات کا دشوار ہے۔ مجرم کو سزا دینے میں
توقف نہ کرنا۔ اور کسی کی سفارش قبول کرنا مجرم سے بہر
بھی نہ ہو جانا۔ کہ اس کی ذلت پر آمادہ ہو جاؤ۔ لشکریوں کی حالت
سے غافل نہ رہنا۔ کہ وہ تمہاری غفلت سے کام کو خراب
کر دیں گے۔ اور لشکریوں کی پوشیدہ باتیں معلوم کرنے کی
کوشش نہ کرنا۔ کہ ان کو معلوم کر کے ان کو رسوا کر دو۔ ان
کا راز فاش نہ کرنا۔ اور صرف ان کی ظاہری نگرانی پر کفایت
کرنا۔ فضول اور بیہودہ گو لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ راست باز
اور وفادار آدمیوں کے پاس بیٹھنا۔ لوگوں سے خلوص سے ملنا۔
بزدلی کا کسی موقع پر اظہار نہ کرنا۔ ورنہ فوج کے تمام
لوگ بزدل اور کمزور ہو جائیں گے۔ چوری اور خیانت

سے بچنا۔ کہ یہ باتیں فقر و افلاس کو پیدا کرتی اور نصرت کو دور کر دیتی ہیں ہم ایسے لوگوں سے ملو گے جو خانقاہوں میں گوشہ نشین ہوں گے۔ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا۔"

مختصر یہ کہ چاروں لشکر مدینہ سے روانہ ہو کر شام پہونچے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فلسطین کے مقام پر پڑاؤ ڈالا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اردن میں لشکر زن ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بلقا میں قیام پذیر ہوئے۔ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جابیہ میں ٹھہرے۔

ہرقل قیصر روم کو جب اسلامی افواج کے اجتماع کی خبر ملی۔ تو اُس نے اپنی قوم یعنی رومیوں سے کہا کہ۔

"میرے خیال میں بہتر و انسب یہی ہے کہ تم مسلمانوں سے مصالحت کر لو۔ خدا کی قسم اگر تم شام کا آدھا ملک دیکر بھی ان سے صلح کر لو گے تو ملک شام کا آدھا حصّہ اور روم کا پورا ملک تمہارے پاس رہ جائیگا۔ اور یہ صورت میرے خیال میں اس سے بہتر ہے کہ مسلمان شام پر قبضہ کر لیں اور روم کے آدھے ملک کو بھی تم سے چھین لیں۔"

رومیوں نے قیصر کی اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ اور جنگ کا مشورہ دیا۔ ہرقل عام رائے کے موافق لشکر لیکر روانہ ہوا۔ وہ حمص میں پڑاؤ ڈالا۔ حمص شام کا مشہور شہر ہے۔ جو نہر عاصی کے کنارے واقع ہے یہ شرقی شام

میں واقع ہے۔ اور اطراف ملک سے فوجوں کو طلب کیا اور جمع کر لیا جب
روم کی کافی تعداد جمع ہوگئی۔ تو اس نے مسلمانوں کے ہر لشکر کے مقابلہ
میں اس سے دگنی تگنی فوج روانہ کی حضرت عمرو بن العاص رض نے جب یہ
صورت دیکھی تو اسلامی لشکروں کے افسروں کو مشورہ دیا کہ علیحدہ علیحدہ
رہ کر ایسی حالت میں کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اور بہت زیادہ ہے۔ لڑنا
مناسب نہیں ہے میری رائے میں بہتر یہ ہے کہ ہم سب ایک جگہ جمع
ہو جائیں۔ چنانچہ امرائے لشکر نے حضرت ابوبکر رض کو صورت حالات سے آگاہ
کیا۔ اور حضرت عمرو بن العاص رض کے مشورہ پر رائے طلب کی۔ حضرت ابوبکر رض
نے عمرو بن العاص رض کے مشورہ کو پسند کیا۔ اور حکم دیا کہ سب ایک جگہ جمع
ہو جاؤ۔ اور یہ بھی لکھا کہ تم جیسے لوگوں کی جماعت کم تعداد کے سبب شکست
نہیں کھا سکتی۔ البتہ گناہوں سے نقصان اٹھا سکتی ہے۔ اس لیے
بُرے کاموں اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔"

یرموک کا واقعہ

حضرت ابوبکر رض کے حکم کو پاکر اسلامی لشکر کے
افسروں نے مشورہ کیا اور اجتماع کے لیے
یرموک کے مقام کو پسند کیا۔ جو شام کے جنوب مشرق میں ایک وادی [illegible]
اور تمام اسلامی لشکر اپنے اپنے افسروں کی ماتحتی میں یرموک چلا گیا۔ [illegible]
ایک طرف اسلامی لشکر تھا جو اپنے اپنے افسر کے ماتحت کام کر رہا تھا اور [illegible]
طرف رومیوں کا ٹڈی دل لشکر تھا۔ اور فریقین کے درمیان خندق تھی۔ [illegible]
جب ان کا دل چاہتا اپنے لشکر سے نکلتے۔ اور تھوڑی دیر لڑ کر چلے جاتے۔

خونریزی ہوا جیسے پہلے اسی طرح تین مہینے گزر گئے۔ یہ حالت دیکھکر اسلامی لشکر کے امراء نے حضرت ابوبکر رضؓ کو واقعات و حالات سے آگاہ کیا۔ اور مدد طلب کی حضرت ابوبکر رضؓ نے یہ خط پاکر فوراً عراقی لشکر کے سردار حضرت خالد رضؓ بن ولید کے نام یہ حکم روانہ کیا کہ تم عراقی لشکر پر مثنیٰ بن حارثہ رضؓ کو سپہ سالار مقرر کر کے فوراً شام کی طرف روانہ ہو جاؤ اور عراقی فوج کا آدھا حصہ اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ چنانچہ حضرت خالد رضؓ عراق کا نصف لشکر لیکر تیزی کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے اور ربیع الثانی ۱۳ھ میں شام کے اسلامی لشکر میں داخل ہوگئے۔ اتفاق یہ ہوا کہ جس روز رومیوں کا افسر باہان امدادی فوج لیکر شام میں پہنچا ہے اسی روز حضرت خالد رضؓ اسلامی لشکر میں داخل ہوگئے۔

حضرت خالد رضؓ کے پہونچنے کے بعد بھی جنگ اسی طرح جاری رہی۔ جسطرح پہلے جاری تھی یعنی ہر لشکر اپنے جھنڈے کے نیچے اپنے افسر کے حکم سے لڑتا تھا۔ اور دوسرے لشکر سے اس کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ حضرت خالد رضؓ نے یہ حالت دیکھی تو یہ رائے قائم کی کہ جب تک ہر لشکر اسی طرح جنگ کرتا رہیگا اس وقت تک کامیابی دشوار ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ رائے قائم کر کے اسلامی لشکر کے تمام امراء کو جمع کیا اور یہ تقریر کی۔

آج کا دن خدا کے دنوں میں ایسا دن ہے جو ہمیشہ یادگار رہیگا آج کے دن فخر و غرور مناسب نہیں صرف اللہ کے لئے خلوص سے جہاد کرو۔ اور اپنے عمل (جہاد) سے خدا کو راضی

کرلو۔ ہاں! آج کا دن یادگار رہے گا۔ دشمن پورے ساز و سامان اور ترتیب و نظام کے ساتھ جنگ پر تیار ہے۔ اور تمہارا ہر لشکر اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع اور متفرق و منتشر ہے اسطرح لڑنا مناسب نہیں ہے۔ نہ تو یہ صورت مفید ہے۔ اور نہ کامیابی کی ضمانت۔ تمہارے سامنے وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کو تمہارا حال معلوم ہو جائے تو وہ تمہارے درمیان حائل ہو جائیں اور تمہارے نظام کو درہم برہم کر دیں۔ لہٰذا یہی صورت اختیار کرو کہ جو مفید ہو۔ تم جو مناسب رائے قرار دو گے میں اس کو اختیار کر لونگا۔"

امرائے لشکر نے حضرت خالدؓ کی یہ تقریر سن کر کہا: "تمہاری رائے کیا ہے۔ اس کو ظاہر کرو۔" حضرت خالدؓ نے کہا:-

"میری رائے یہ ہے کہ سارے اسلامی لشکر کا ایک سپہ سالار ہو۔ اور یہ سپہ سالار باری باری سے مقرر ہو۔ تاکہ تمام فوجی افسر سپہ سالاری کر باری باری کام کر سکیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو آج سپہ سالاری کا منصب میرے حوالے کردو۔"

امرائے لشکر نے حضرت خالدؓ کے مشورہ کو قبول کر لیا اور سارے اسلامی لشکر کا سپہ سالار ان کو بنا دیا۔ حضرت خالدؓ نے آج لشکر کو اس طریقہ پر مرتب کیا کہ عربوں نے ایسی ترتیب کبھی نہ دیکھی تھی یعنی سارے اسلامی لشکر کے انہوں نے ۳۶ دستے بنائے۔ ان میں سے ۱۸ دستے تو انہوں نے قلب میں متعین کئے

اور اُن پر حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو مقرر کیا۔ اور دس دستے میمنہ پر مقرر کیے۔ اور انکا افسر عمرو بن العاص رضؓ اور شرجیل بن حسنہ رضؓ کو بنایا۔ اور دس دستے میسرہ پر متعین کیے اور انکا افسر یزید بن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ اور ان ۳۶ دستوں میں سے ہر ایک پہ ایک ایک افسر مقرر کیا۔ ہر دستہ ایک ہزار آدمیوں کا تھا۔

ہرقل کو جب مسلمانوں کے عام اجتماع اور لشکر کی ترتیب کی خبر ملی تو اس نے بھی اپنے متفرق دستوں کو یکجا کر لیا۔ اور اپنے تمام لشکر کو ترتیب دیا کہ جس کا سامنا کشادہ تھا۔ اور عقب تنگ۔ مورخین کا بیان ہے کہ ہرقل نے اپنے لشکر کو جو دریائے یرموک کے کنارے پر ترتیب دیا تھا۔ اور افواج کی ترتیب اس طرح کی گئی تھی کہ ایک طرف دریائے یرموک تھا۔ اور پشت پر اونچا سیدھا پہاڑ۔ اس جگہ کو اس لیے تجویز کیا گیا کہ رومی اطمینان کے ساتھ لڑ سکیں اور مسلمانوں کا جو خوف ان پر طاری ہے وہ نکل جائے۔ اور اپنے آپ کو محفوظ پا کر لڑنے میں پوری دلیری سے کام لیں حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے رومیوں کو دونوں طرف سے گھرا ہوا پا کر مسلمانوں سے کہا:-

"لوگو! خوش ہو جاؤ، خدا کی قسم! رومی گھر گئے اور گھری فوج بہت کم کامیاب ہوتی ہے۔"

جب فریقین کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آ گئیں۔ تو رومی فوج کے ٹڈی دل کو دیکھ کر اسلامی فوج کے ایک شخص نے حضرت خالد رضؓ سے کہا "رومیوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے۔ اور مسلمانوں کی کس قدر کم ہے۔"

واقعہ یہ تھا کہ اسلامی لشکر کی تعداد کل ۳۶ ہزار تھی۔ اور ان کے مقابلہ میں

رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی یعنی رومی مسلمانوں سے دو لاکھ زیادہ تھے۔ حضرت خالد رضؓ نے اس کو جواب دیا ؎

"مسلمان بہت زیادہ اور رومی بہت کم ہیں۔ فوج کی کمی بیشی تعداد پر نہیں فتح و شکست پر موقوف ہے"

مختصر یہ کہ جب اسلامی لشکر مرتب ہو چکا تو حضرت خالد رضؓ نے حضرت ابوسفیان کو نقیب مقرر کیا جو اسلامی فوج میں ادہر سے ادہر گشت لگا رہے تھے۔ اور مسلمانوں کا جوش بڑھانے کے لئے کہتے جاتے تھے۔

"تم جوانمردان عرب ہو تم اسلام کے حامی و انصار ہو۔ اور تمہارے مقابل رومی سپاہی ہیں جو شرک کے مددگار ہیں۔ اے اللہ! آج کا دن تیرا انعام اور یادگار دن ہے تو اپنے بندوں پر اپنی رحمت نازل فرما"

پھر حضرت خالد رضؓ نے حضرت مقداد کو قاری مقرر کیا جس کا کام یہ ہوتا تھا کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے وہ لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر سورۃ انفال پڑھا کرتا تھا چنانچہ حضرت مقداد رضؓ نے سورۃ انفال مجاہدین کو پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد ہی حضرت خالد رضؓ نے عکرمہ رضؓ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو رضؓ کو جو فوج کے دونوں بازوؤں پر تھے تیر اندازی کا حکم دیا چنانچہ فوراً تیر اندازی شروع ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد عام جنگ شروع ہو گیا۔ ترتیب لشکر درست تھی پوری قوت سے حملہ آور ہوئے۔ سواروں نے آگے بڑھ کر رومیوں پر نیزوں سے وار کیا۔ اور پیدل تلواروں سے حملہ آور ہوئے تھوڑی

دیر نہ گذری تھی کہ رومیوں کا ایک ریلا آیا جس سے مسلمانوں کو تھوڑا
پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت خالدؓ نے اس خطرہ کو محسوس کیا۔ اور غیر معمولی شجاعت و
لیاقت سے کام لیکر اپنے ماتحت دستہ کو آگے بڑھایا۔ اور رومیوں کے سواروں
اور پیدلوں کے درمیان گھس گئے۔ اس قدر سخت حملہ کیا کہ رومیوں کا ریلا رک گیا
رومی سوار پیچھے ہٹ گئے اور سخت نقصان اٹھانے کے بعد میدان سے بھاگ
نکلے۔ یہی حال پیدلوں کا ہوا۔ اور وہ بھی بھاگنے لگے مسلمانوں نے پیدلوں
سے مزاحمت نہ کی۔ اور ان کو بھاگنے کا موقعہ دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
رومیوں میں سواروں اور پیدلوں دونوں کو بھاگتے ہوئے دیکھکر عام انتشار
پیدا ہوگیا۔ اور رومی لشکر اپنی جگہ سے ہٹکر بھاگنے لگا۔ چونکہ ان کے پیچھے
پہاڑ تھا اس لئے مسلمانوں نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور بھاگتے
ہوئے پیدلوں پر پوری قوت سے حملہ آور ہوئے۔ رومیوں کو چونکہ پہاڑ کی
وجہ سے فرار ہونے کا راستہ نہ ملا اس لئے بہت سے مارے گئے خصوصاً
وہ رومی جو زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے بری طرح مارے گئے پھر جو رومی
دریا کی طرف بھاگے ان پر مسلمانوں نے اس قدر دباؤ ڈالا کہ وہ دریا میں کود
پڑے اور دریا کی موجوں میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

طبری مؤرخ کا بیان ہے کہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار رومی صرف دریا
میں ڈوب مرے۔

یرموک کی جنگ ایک دن اور ایک رات برابر جاری رہی۔ دوسرے
دن میدان رومیوں سے صاف تھا اور حضرت خالدؓ رومی سپہ سالار کے خیمہ

میں تشریف فرما تھے۔ اس جنگ میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے شاندار خدمات انجام دیں۔ اور بعض مواقع پر دشمنوں پر حملے بھی کئے مجاہدین میں سے بہت سے حضرات نے اس جنگ میں ایسے ایسے کام کئے جن کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایک موقع پر حضرت عکرمہؓ نے اسلامی فوج کو جوش دلانے کے لئے کہا۔

"میں حضورؐ سے لڑتا رہوں یعنی ایام جاہلیت میں کیا میں آج کے دن رومیوں کے سامنے سے بھاگ جاؤنگا۔ آؤ کون ہے جو میرے ہاتھ پر مرنے کے لئے بیعت کرتا ہے"

حضرت عکرمہؓ کے یہ جوشیلے الفاظ سن کر ضرار بن ازورؓ وغیرہ چار سو آدمیوں نے حضرت عکرمہؓ کے ہاتھ پر مرنے کے لئے بیعت کی۔ اور ساری رات لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام کے تمام زخموں سے چور ہو گئے جب صبح ہوئی تو حضرت عکرمہؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عمروؓ کو اٹھا کر حضرت خالدؓ کے پاس لایا گیا۔ حضرت خالدؓ نے دونوں کے سروں کو اپنی ران پر رکھ لیا۔ ان کے چہروں سے گرد صاف کی اور حلق میں پانی ٹپکایا۔ اور اسی حالت میں ان کی روحیں عالم بالا کو سدھار گئیں۔

یرموک کے معرکے میں رومیوں کی آدھی سے زیادہ فوج کام آئی۔ اور مسلمانوں میں سے صرف تین ہزار آدمی شہید ہوئے ہرقل قیصر روم کو جب اس شکست کی خبر پہنچی تو اس نے کہا۔

"اے ملک شام! تجھکو میرا آخری سلام ہے"

اور پھر حمص کی طرف چلا گیا۔
یرموک کا معرکہ جوش پر تھا۔ کہ مدینہ کا ایک قاصد آیا اور حضرت خالدؓ کو ایک خط دیا حضرت خالدؓ نے خط پڑھا جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا واقعہ درج تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے حکم بھیجا۔ اور حضرت عمرؓ کی طرف سے تھا کہ حضرت خالدؓ افواج شام کی سپہ سالاری چھوڑ دیں اور حضرت ابوعبیدہؓ کے حوالہ کر دیں حضرت خالدؓ نے خفیہ طریقہ پر یہ خط حضرت ابوعبیدہؓ کو دکھا دیا۔ اور کسی سے اس کا ذکر تک نہ کیا جب فتح حاصل کر لی تو اسلامی لشکر میں اس کا اعلان کیا گیا۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں رومیوں پر فتوحات کا سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا۔

ساتویں فصل

انتظام مملکت ذاتی حالات اور وفات

حضرت ابوبکرؓ ۱۱ ربیع الاول ۱۱ھ کو خلیفہ بنائے گئے۔ اور ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو وفات پائی۔ اس حساب سے ۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن خلافت کی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ ان دو سالوں میں حضرت ابوبکرؓ نے جو کیا۔ اس کا مفصل تذکرہ کیا جا چکا ہے ارشاد

کے فتنہ کو فرو کرنا اور پھر دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتوں سے کافی سازو
سامان نہ ہونے کے باوجود جنگ شروع کر دینا حضرت ابوبکرؓ کا ایک
ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضورؐ کے عہد مبارک
میں اسلامی علاقہ حجاز کی حدود سے تھوڑا ہی آگے بڑھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ
نے اپنے عزم راسخ اور قوت قلب سے کام لیکر اس کو اس قدر وسیع کر دیا
جتنا کہ کسی وہم و خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔

عہد صدیقی کا اندرونی انتظام

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اگرچہ
ایرانی اور رومی مقبوضات کا کوئی
حصہ اسلامی اقتدار میں آچکا تھا لیکن خلافت سے جن علاقوں کا انتظام
وابستہ تھا وہ صرف جزیرۂ عرب کے مقامات تھے۔ جہاں مفتوحہ علاقوں کا
انتظام دربار خلافت سے متعلق نہ تھا۔ فوجی حکام حضرت ابوبکرؓ کے
مشورے سے ان علاقوں کا انتظام کرتے تھے۔ اور یہ انتظام بھی اتنا معقول
اور درست تھا کہ کسی کو کسی قسم کی شکایت پیدا نہ ہوتی تھی۔

تقسیم

حضرت ابوبکرؓ نے جزیرۂ عرب کے پورے علاقہ کو دس حصوں میں تقسیم
کیا تھا۔ ان میں سے ہر حصہ پر دربار خلافت کی طرف سے ایک حاکم
مقرر تھا جس کے ماتحت مہاجرین و انصار میں سے قابل ترین اشخاص
مختلف خدمات انجام دیتے تھے۔ ان تمام علاقوں کی تقسیم اور نام یہ ہیں۔

۱۔ مکہ معظمہ کے حاکم عتاب ابن اسید تھے جن کو حضورؐ نے
فتح مکہ کے بعد مکہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔

۲۔ طائف :۔ یہاں کے حاکم عثمان بن ابی العاص رضؓ ثقفی تھے۔ ان کو بھی حضورؐ نے اپنے عہد میں حاکم بنایا تھا۔

۳۔ صنعاء :۔ یہاں کے حاکم مہاجر بن ابی امیہ تھے جن کو فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد مقرر کیا گیا۔

۴۔ حضرموت :۔ یہاں کے حاکم زیاد بن لبید تھے۔

۵۔ خولان :۔ یمن کے ایک بڑے قبیلہ کا نام ہے جو یمن کے مشرقی پہاڑوں میں سکونت پذیر تھا۔ اس قبیلہ کا حاکم یعلیٰ بن امیہ کو مقرر کیا گیا تھا۔

۶۔ زبید :۔ یمن کا ایک حصہ ہے اس کا حاکم ابو موسیٰ اشعری تھے۔

۷۔ نجران :۔ یمن کے شمال میں ایک گاؤں ہے۔ جہاں بنو حارث بن کعب اور بنو ذہل بن مزیقیا قبائل سکونت پذیر تھے۔ حضورؐ کے عہد مبارک میں یہاں کا انتظام قبیلہ بنو حارث کے سردار یزید بن عبد المدان کے سپرد تھا۔ یزید نے اپنے بھائی مجبر بن عبد المدان کی سرکردگی میں حضورؐ کے دربار میں ایک وفد بھی روانہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے یہاں کے حاکم جریر بن عبد اللہ البجلی مقرر ہوئے تھے۔

۸۔ بحرین :۔ یہ مقام بلاد عرب کے ساحل کے نام سے مشہور ہے جو خلیج فارس پر واقع ہے۔ یہاں کے حاکم علاء بن الحضرمی تھے۔

۹۔ جرش :۔ یہ مقام یمن کا ایک پرگنہ تھا۔ یہاں کے حاکم عبد اللہ بن ثور رضؓ تھے۔

۱۰۔ جیش اسامہ۔ یہ مقام یمن کے علاقہ میں تھا۔ یہاں کے حاکم معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے کسی کو باقاعدہ اپنا ماتحت نہیں بنایا۔ اور نہ کسی کو خلافت کے امور کا ذمہ دار قرار دیا۔ البتہ مختلف کاموں پر مختلف حضرات کو مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو بکر رضؓ کے مشیر بھی تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ شام کی مہم پر جانے سے پہلے بیت المال کے امین تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ کاتب وحی دربار خلافت کے احکام لکھا کرتے تھے۔

ذریعہ معاش

حضرت ابوبکر رضؓ کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ مکہ میں وہ ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ اور بیرونی مقامات سے ان کے تجارتی تعلقات بہت زیادہ تھے قبول اسلام کے وقت چالیس(۴۰) ہزار درہم (تقریباً تیرہ چودہ ہزار روپیہ) کے سرمایہ کے مالک تھے۔ اس تمام سرمایہ کو خدمت اسلام میں صرف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہجرت کے وقت صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔ اسی بقیہ سرمایہ سے مدینہ میں تجارت شروع کی اور اس تجارت کا سلسلہ منصب خلافت پر فائض ہونے کے چھ(۶) ماہ بعد تک جاری رہا جب ہوئے خلافت میں سارا وقت صرف ہونے لگا۔ اور تجارت کے لیے وقت نہ ملا تو اس کا صحابہ سے ذکر کیا صحابہ نے باتفاق رائے بیت المال سے ۶ ہزار درہم سالانہ مقرر کر دیئے۔ جب وفات کا وقت آیا تو وصیت فرمائی کہ بیت المال سے اس وقت

تک جتنی رقم خانگی ضروریات کے لئے مجھکو ملی ہے۔ اسکو میری فلاں زمین بیچ کر ادا کر دیا جائے۔

ازواج و اولاد

حضرت ابوبکر رض نے تمام عمر میں چار نکاح کیئے۔ دو اسلام قبول کرنے سے پہلے۔ اور دو اسلام قبول کرنیکے بعد تفصیل یہ ہے۔

۱۔ پہلا نکاح اسلام قبول کرنے سے پہلے قریش کے مشہور سردار عبدالعزیٰ کی بیٹی قتیلہ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ اور اسماء رض پیدا ہوئے۔ یہ بیوی چونکہ اسلام نہیں لائیں اس لئے طلاق دیدی۔

۲۔ دوسرا نکاح اسلام سے پہلے بنو کنانہ میں ام رومان سے کیا۔ ان سے حضرت عائشہ رض اور عبدالرحمٰن رض پیدا ہوئے۔ یہ بیوی مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

۳۔ اسلام میں پہلا نکاح اسماء بنت عمیس سے کیا جو جعفر بن ابی طالب رض کی بیوہ تھیں۔ ان سے محمد رض پیدا ہوئے۔

(۴) اسلام میں دوسرا نکاح حبیبہ بنت خارجہ سے کیا جو انصار کے مشہور قبیلہ خزرج میں سے تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت ابوبکر رض کی وفات کے بعد ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

مذہبی خدمات

حضرت ابوبکر رض نے یوں تو ساری اسلامی زندگی میں مذہب کی خدمت کی ہے لیکن ان میں سب سے بڑی خدمت قرآن مجید کا جمع کرنا ہے جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ جو لشکر مسیلمہ کذاب کے فتنہ کو فرو کرنیکے لئے گیا تھا۔ اس میں بہت سے حافظ اور